اشاعت کا چھبیسواں سال

ماہنامہ معارفِ رضا

شمارہ: ۷ — جمادی الثانی ۱۴۲۷ھ/ جولائی ۲۰۰۶ء — جلد: ۲۶

مدیر اعلیٰ: صاحبزادہ سید وجاہت

مدیر: پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری

ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا انٹرنیشنل، کراچی
اسلامی جمہوریہ پاکستان
www.imamahmadraza.net

ماہنامہ

معارفِ رضا کراچی

مسلسل اشاعت کا چھبیسواں سال

جلد: ۲۶ شمارہ: ۷

جمادی الثانی ۱۴۲۷ھ جولائی ۲۰۰۶ء

دائرے میں سرخ نشان ممبر شپ ختم ہونے کی علامت ہے۔ زرِ تعاون ارسال فرما کر مشکور فرمائیں۔

رقم دستی یا منی آرڈر/ بینک ڈرافٹ بنام "ماہنامہ معارفِ رضا" ارسال کریں، چیک قابلِ قبول نہیں۔
ادارہ کا اکاؤنٹ نمبر: کرنٹ اکاؤنٹ نمبر 45-5214۔ حبیب بینک لمیٹڈ، پریڈی اسٹریٹ برانچ، کراچی۔

نوٹ: ادارتی بورڈ کا مراسلہ نگار/ مضمون نگار کی رائے سے متفق ہونا ضروری نہیں۔ (ادارہ)

25۔ جاپان مینشن، رضا چوک (ریگل)، صدر، پوسٹ بکس نمبر 7324، جی پی او صدر، کراچی 74400۔ اسلامی جمہوریہ پاکستان

فون: 2725150-21-92+ فیکس: 2732369-21-92+

ای۔میل: mail@imamahmadraza.net ویب سائٹ: www.imamahmadraza.net

(پبلشر مجید اللہ قادری نے باہتمام حریت پرنٹنگ پریس، آئی آئی چندریگر روڈ، کراچی سے چھپوا کر دفتر ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا انٹرنیشنل سے شائع کیا۔)

فہرست عنوانات

''مقالہ نگار حضرات اپنی نگارشات ہر انگریزی ماہ کی ۱۰ تاریخ تک ہمیں بھیج دیا کریں، مقالہ تحقیقی، مع حوالہ جات ہو، ۵/صفحات سے زیادہ کا نہ ہو، کسی دوسرے جریدہ یا ماہنامہ میں شائع شدہ نہ ہو۔ اس کی اشاعت کا فیصلہ ادارے کی مجلسِ تحقیق وتصنیف کرے گی۔'' (ادارتی بورڈ)

مژدہ باد اے عاصیو! شافع شہِ ابرار ہے

اعلیٰ حضرت سیدنا امام احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ

مژدہ باد اے عاصیو شافع شہِ ابرار ہے
تہنیت اے مجرمو! ذاتِ خدا غفار ہے

عرش سا فرشِ زمیں ہے فرش پا عرشِ بریں
کیا نرالی طرز کی نامِ خدا رفتار ہے

چاند شق ہو، پیڑ بولیں، جانور سجدہ کریں
بارک اللہ مرجعِ عالم یہی سرکار ہے

جن کو سوئے آسمان پھیلا کے جل تھل بھر دیئے
صدقہ ان ہاتھوں کا پیارے ہم کو بھی درکار ہے

لب زلالِ چشمۂ کن میں گندھے وقتِ خمیر
مردے زندہ کرنا اے جاں تم کو کیا دشوار ہے

گورے گورے پاؤں چمکادو خدا کے واسطے
نور کا تڑکا ہو پیارے گور کی شب تار ہے

تیرے ہی دامن پہ ہر عاصی کی پڑتی ہے نظر
ایک جانِ بے خطا پر دو جہاں کا بار ہے

جوشِ طوفاں بحرِ بے پایاں ہوا ناسازگار
نوح کے مولیٰ کرم کردے تو بیڑا پار ہے

رَحْمَةٌ لِّلْعٰلَمِیْن تیری دہائی دب گیا
اب تو مولیٰ بے طرح سر پہ گنہ کا بار ہے

حیرتیں ہیں آئینہ دار وفورِ وصفِ گل
اُن کے بلبل کی خموشی بھی لبِ اظہار ہے

گونج گونج اُٹھے ہیں نغماتِ رضا سے بوستاں
کیوں نہ ہو کس پھول کی مدحت میں وا منقار ہے

محیِ سنت، اعلیٰ حضرت

تاجدارِ اہلِ سنت، شہزادۂ اعلیٰ حضرت، جانشینِ غوث و خواجہ، مظہرِ امامِ اعظم ابوحنیفہ، قطبِ زمانہ، مجددِ عصر، حضور مفتیِ اعظم، مصطفیٰ رضا قادری نوری قدس سرہٗ العزیز

تم ہو سراپا شمعِ ہدایت، محی سنت، اعلیٰ حضرت
تم ہو ضیائے دین و ملت، محی سنت، اعلیٰ حضرت

بحرِ علم و چشمۂ حکمت، محیِ سنّت، اعلیٰ حضرت
ہو دریائے فیض و رحمت، محیِ سنّت، اعلیٰ حضرت

کردی زندہ سنّتِ مردہ، دینِ نبی فرمایا تازہ
مولیٰ مجدّدِ دین و ملت، محیِ سنّت، اعلیٰ حضرت

اس سے راضی رب و نبی ہو، جس سے آقا تم راضی ہو
تم ہو رضائے حضرتِ عزّت، محیِ سنّت، اعلیٰ حضرت

کیوں نہ بجے عالم میں ڈنکا، آپ کے علم و فضل کا آقا
تم نے بجائی دین کی نوبت، محیِ سنّت، اعلیٰ حضرت

مرکزِ حلقۂ اہلِ سنّت، معدنِ علم و فضل و کرامت
منبعِ فیضِ شاہِ رسالت، محیِ سنّت، اعلیٰ حضرت

پھوٹ رہے ہیں تخمِ بدعت، پھول رہی ہے شاخِ ضلالت
رہبرِ امت، شیخِ طریقت، محیِ سنّت، اعلیٰ حضرت

زیرِ قدم تھے ہم جو تمہارے، گویا جنت میں تھے سارے
تم جو سدھارے راہیِ جنت، محیِ سنّت، اعلیٰ حضرت

ہوگئی دنیا دوزخ گویا ہجر کی تپ نے ایسا پھونکا
جلوہ دکھادو دور ہو فرقت، محیِ سنّت، اعلیٰ حضرت

تم وہ مجسم نورِ ہدایت، دور ہے جس کے دم سے ظلمت
ہادیِ ملّت، ماحیِ بدعت، محی سنت، اعلیٰ حضرت

(ماخوذ از گلستانِ اعلیٰ حضرت۔ مرتبہ: احمد بشیر رضوی، گوجرانوالہ ۱۹۸۹ء)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اپنی بات

ایسی چنگاری بھی یارب اپنی خاکستر میں تھی!

☆☆☆ مدیر اعلیٰ صاحبزادہ سید وجاہت رسول قادری کے قلم سے ☆☆☆

نکیرین کرتے ہیں تعظیم میری
فدا ہو کے تجھ پہ یہ عزت ملی ہے
(رضا بریلوی)

تعظیم و توقیرِ رسولِ کریم ﷺ اور تحفظِ ناموسِ رسالت ایمان کی اصل ہے۔ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ نے کیا خوب فرمایا:

اللہ کی سرتابہ قدم شان ہیں یہ
ان سا نہیں انسان وہ انسان ہیں یہ
قرآن تو ایمان بتاتا ہے انہیں
ایمان یہ کہتا ہے مری جان ہیں یہ

غیرتِ عشق کا تقاضا یہی ہے کہ ہم ان کی عزت و حرمت پر مرمٹیں۔ قرآن مجید فرقان حمید سید عالم نبی مکرم و محتشم ﷺ کی بعثتِ مبارکہ کی غرض وغایت ہی یہ بتا رہا ہے کہ لوگ اپنے مالک و خالق، اللہ تبارک وتعالیٰ پر ایمان لائیں اور ساتھ ہی ساتھ آپ کی تعظیم و توقیر بجا لائیں اور آپ سے محبت کے تقاضے پورے کریں ورنہ ان کی عبادات اور نیکیاں اللہ رب العزت کی بارگاہ میں مقبول نہ ہوں گی۔

اِنَّا اَرۡسَلۡنٰکَ شَاہِدًا وَّ مُبَشِّرًا وَّنَذِیۡرًا o لِّتُؤۡمِنُوۡا بِاللّٰہِ وَرَسُوۡلِہٖ وَتُعَزِّرُوۡہُ وَتُوَقِّرُوۡہُ وَتُسَبِّحُوۡہُ بُکۡرَۃً وَّاَصِیۡلًا o (الفتح: ۹/۴۸)

(ترجمہ: بیشک ہم نے تمہیں بھیجا، حاضر و ناظر اور خوشی اور ڈر سناتا، تا کہ اے لوگو تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور رسول کی تعظیم و توقیر کرو اور صبح شام اللہ کی پاکی بولو۔ کنز الایمان)

چنانچہ اس حکمِ خداوندی کی تعمیل میں ہر دور کے اہلِ عشق و معرفت کا یہ وطیرہ اور وظیفہ رہا ہے کہ عبادات و ریاضت کے علاوہ وہ ہمہ وقت آپ کے تصورِ جمالِ جہاں آرا میں گم اور آپ کے وصالِ حقیقی کے طالب رہے ہیں۔ عالم ربانی، غوثِ زمان حضرت خواجہ عبد الرحمٰن چھوروی علیہ الرحمۃ والرضوان اپنے ایک مکتوب شریف میں فرماتے ہیں: ''بحکم آیت قرآنی وَاَلۡحِقۡنِیۡ بِالصّٰلِحِیۡنَ محبوبِ حقیقی اور حقیقتِ محمدی ﷺ کی طلب ہر طالبِ حق پر معشوقِ مطلق کے لئے جائز ہی نہیں بلکہ لازم وواجب ہے۔'' (مفہوم)

(مکتوباتِ رحمانیہ۔ ص: ۱۳۲)

حضرت خواجۂ خواجگان چھوروی قدس سرہٗ یہ بھی وضاحت فرماتے ہیں کہ اہلِ عشق کا یہ تعلق و ربط یک طرفہ ہرگز نہیں۔ اسی لئے اعلیٰ حضرت عظیم البرکت، مجددِ دین وملت، پروانۂ شمعِ رسالت امام احمد رضا محدثِ بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان فرماتے ہیں:

فریاد امتی جو کرے حالِ زار سے
ممکن نہیں کہ خیرِ بشر کو خبر نہ ہو

یہ امام احمد رضا وہ عاشقِ رسول ﷺ ہیں کہ جن کے عشقِ صادق کی گواہی اغیار بھی دیتے ہیں۔ سچی بات تو یہ ہے کہ یہ امام احمد رضا، نغمہ سرائے ''مصطفیٰ جانِ رحمت'' ہی ہیں کہ جنھوں نے مسلمانانِ عالم خصوصاً اسلامیانِ ہند کو ناموسِ رسالت پر جان قربان کرنے کا سلیقہ وسبق سکھایا، چنانچہ وہ ایک اور جگہ فرماتے ہیں۔

کروں تیرے نام پہ جاں فدا، نہ بس ایک جاں دو جہاں فدا
دو جہاں سے بھی نہیں جی بھرا، کروں کیا کروڑوں جہاں نہیں

قوی ایمان کی دلیل ہی یہ ہے کہ ایمان لانے والا حضور اکرم سید عالم ﷺ پر شوقِ محبت وزیارت میں ایمان لایا ہو۔ چنانچہ صاحبِ دلائل الخیرات شریف قطبِ زمانہ حضرت علامہ امام ابو عبد اللہ محمد سلیمان الجزولی قدس سرہٗ الباری دلائل الخیرات شریف میں ایک حدیث شریف نقل فرماتے ہیں:

''رسول اللہ ﷺ نے اس سوال کے جواب میں کہ آپ پر ایمان لانے میں کون قوی ہے، فرمایا: جو مجھ پر دیکھے بغیر ایمان لایا، بے شک وہ اپنے شوق اور میری محبت میں سچائی کے ساتھ ایمان لایا اور اس کی علامت یہ ہے کہ وہ میری زیارت کی آرزو رکھتا ہے خواہ اسے سب کچھ قربان کیوں نہ کرنا پڑے۔ ایک دوسری روایت میں ہے کہ چاہے اسے تمام زمین کا سونا خرچ کرنا پڑے، وہ مجھ پر پختہ ایمان رکھتا اور سچ مچ میری محبت میں مخلص ہے اور رسول اللہ ﷺ سے جب دریافت کیا گیا کہ آپ کی بارگاہِ اقدس سے جو غائب ہیں اور جو آپ کے بعد آئیں گے ان کے شوق و ذوق محبت میں درود (وسلام) پڑھنے کے متعلق آپ کا کیا ارشاد ہے؟ تو آپ نے فرمایا کہ اہلِ محبت کا درود وسلام سنتا ہوں اور انہیں پہچانتا ہوں اور دوسروں کا درود مجھ پر پیش کیا جاتا ہے۔'' (مفہوم)

(مطالع المسرات، اردو۔ ص: ۱۵۸)

تعظیم وتوقیرِ نبی اور تحفظِ ناموسِ رسالت ہمارے ایمان کی جان اور مسلمانانِ عالم کے اتحاد اور تشخص کا واحد ذریعہ و واسطہ ہے۔ تحفظِ ناموسِ رسالت اور عظمتِ مقامِ نبوت کی پاسداری کے لئے تختۂ دار پر بخوشی اپنے سروں کو اپنے ہاتھوں میں لے کر جانے والے اور جلاد کی شمشیر برّاں کو خود اپنے لبوں سے چومنے والے فدا کارانِ مصطفیٰ ﷺ کی ایک طویل فہرست ہے۔ ان میں سے ہر ایک کی ذاتِ گرامی ایک خصوصی مقالہ کی مستحق ہے۔ ظاہر ہے یہ مختصر اداریہ اس کا متحمل نہیں ہوسکتا۔ مگر ان مقدس ذوات کی فہرست میں حال ہی میں مقامِ شہادت پر فائز اور حلّہ بہشت پہننے والی ایک ہستی غازی محمد عامر عبد الرحمٰن چیمہ کا تحفظِ ناموسِ رسالت کی خاطر جامِ شہادت نوش کرنا ایک ایسا عظیم تاریخی واقعہ ہے جس سے صرفِ نظر نہیں کیا جاسکتا اور جس کا بیان آج کی امتِ مسلمہ کی بے کسی، بے حسی، بداعمالیوں کے احوال اور یہود و نصاریٰ و دیگر دشمنانِ اسلام اقوام کی اسلام دشمن خصوصاً توہینِ رسالت پر مبنی تحریکوں کے پسِ منظر میں نہایت ضروری ہے۔ عامر شہید علیہ الرحمۃ عزت و ناموسِ مصطفیٰ ﷺ کے تحفظ کی خاطر ۳ مئی ۲۰۰۶ء کو بحالتِ قید و بند جرمنی کی ایک جیل میں برضا و رغبتِ جامِ شہادت نوش کر کے پوری مسلمان قوم بشمول ہمارے تنگ نظر، بے غیرت، صیہونیت ذہن حکمرانوں کو یہ سبق دے گیا:

خیرہ آن دیدہ کہ آبش نبرد گریۂ عشق
تیرہ آن دل کہ درو نور مودت نبود

(حافظ شیرازی)

جو نورِ عشقِ رسول ﷺ سے خود منور رہا اور ساری دنیا کی آنکھوں کو خیرہ اور اہلِ بصیرت کی آنکھوں کو نور عطا کر گیا، جو مسلم ممالک خصوصاً پاکستان کے ایوانِ اقتدار میں براجمان اور نعمتِ

اقتدار سے مشرف مگر دینی حمیت اور غیرتِ عشق سے منصرف حکمرانوں کو یہ پیغام دے گیا کہ عزت کی زندگی اور موت صرف عشق واطاعتِ رسول ﷺ میں ہے، تمہیں بھی ایک دن مرنا ہے تو صاف الفاظ میں سن لو اور اب بھی وقت ہے کہ سبق لے لو ورنہ ذلت ورسوائی کی موت کے لئے تیار ہو جاؤ!

کھول کے میں بیاں کروں سرِّ مقامِ مرگ وعشق
عشق ہے مرگ باشرف، مرگ، حیاتِ بے شرف

(علامہ اقبالؔ)

شہیدِ ناموسِ رسالت غازی محمد عامر عبدالرحمٰن ابن پروفیسر نذیر احمد چیمہ علیہ الرحمۃ جرمنی میں ماسٹر آف ٹیکسٹائل مینجمنٹ کے آخری سمسٹر میں زیرِ تعلیم تھے، ۲۰/ مارچ ۲۰۰۶ کو شانِ رسالت کے خلاف توہین آمیز خاکہ شائع کرنے والے جرمنی کے اخبار ''ڈائی ویلٹ'' کے گستاخِ رسول کے مرتکب چیف ایڈیٹر پر قاتلانہ حملہ کرنے کی پاداش میں گرفتار ہوئے تھے اور جرمن پولیس کے ہاتھوں برلن جیل میں تشدد کی بناء پر شہید ہوئے۔ اخباری اطلاعات کے مطابق جب ایک جرمن سیکورٹی اہلکار نے دورانِ تفتیش رسولِ مکرم ومحتشم ﷺ اور بعض دیگر انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی شان میں گستاخانہ کلمات ادا کئے تو غازی عامر چیمہ شہید کی غیرتِ عشق سے برداشت نہ ہو سکا۔ پابندِ سلاسل ہونے کی بناء پر وہ بے دست وپا تھے، کچھ کرنے کے قابل نہیں تھے مگر انہوں نے اظہارِ نفرت کے طور پر اس کے منہ پر تھوک دیا جس سے مشتعل ہو کر جرمن سیکورٹی پولیس کے اہلکاروں نے بہیمانہ طریقہ پر ان پر تشدد کیا اور جسم کے نازک حصوں پر ضربیں پہنچائیں جس کی تاب نہ لا کر انہوں نے اپنی جان، جانِ آفریں کے سپرد کر دی اور اپنے رؤف ورحیم آقا ومولیٰ ﷺ کی آغوشِ رحمت میں پہنچ گئے۔

لحد میں عشقِ رخِ شہ کا داغ لے کے چلے
اندھیری رات سنی تھی چراغ لے کے چلے

(رضاؔ بریلوی)

ہٹلر کی قوم کے افراد نے ایک عاشقِ رسول ﷺ کے ساتھ جو بہیمانہ سلوک روا رکھا، وہ قابلِ فہم ہے، کسی تبصرہ کا محتاج نہیں۔ اس لئے کہ اسلام کا معاملہ ہو یا سید الانبیاء خاتم النبیین ﷺ کی عزت وناموس کا یا قرآنِ عظیم کی آیاتِ بینات کے اعجاز کا، تمام عیسائی، یہودی اور مشرک قومیں ان کی مخالفت اور اہانت پر متفق ہو کر ملّتِ واحدہ ہیں۔ توہینِ قرآن واسلام، اہانتِ رسول ﷺ اور مسلمانوں کی تذلیل وشکست وریخت کا کوئی موقع کبھی یہ لوگ ہاتھ سے جانے نہیں دیتے خصوصاً جبکہ مسلمانانِ عالم بے پری اور بے کسی کے عالم میں ہوں، لیکن صدمہ تو اس بات کا ہے اور قابلِ مذمت امر یہ ہے کہ مملکتِ خداداد پاکستان کہ جس کا وجود ہی ''پاکستان کا مطلب کیا لا الہ الا اللہ محمد الرسول اللہ ﷺ'' کے تحریکی نعروں کا مرہونِ منت ہے، اس کی حکومت کے افراد اور سفارتی نمائندوں نے غازی عامر چیمہ شہید کے ساتھ نہایت بے اعتنائی، بزدلی اور واقعہ سے بالقصد چشم پوشی کا مظاہرہ کیا اور اپنی آئینی، قانونی، مذہبی اور اخلاقی ذمہ داری سے گریز کر کے دنیا کے کروڑوں مسلمانوں کی دل آزاری کے مرتکب ہوئے۔ اللہ وحدہٗ القہار کے قہر وغضب اور شفیع المذنبین، نائب مالک یوم الدین ﷺ کی سخت ناراضگی کے مستحق ٹھہرے۔ جرمنی میں پاکستانی سفارتخانے کے اہلکار اپنے ایک شہری کی گرفتاری کی وجہ معلوم کرنے اور بطور قیدی اس کے آئینی حقوق کی حفاظت کرنے میں نہ صرف ناکام رہے بلکہ غفلت اور بے اعتنائی کے مرتکب بھی ہوئے ہیں۔ ان کے خلاف محکمہ جاتی اور عدالتی تحقیقات کر کے ذمہ دار افراد کو ملک واپس بلا کر قرار واقعی سزا دینی چاہئے اور اسلامی جمہوریہ پاکستان کی حکومت کو جرمنی حکومت سے اس غیر انسانی سلوک اور حقوقِ انسانی کی پامالی پر بھرپور احتجاج ریکارڈ کرانا چاہئے۔ (تحفظِ حقوقِ انسانی کی عالمی تنظیمیں پاکستان یا کسی اور مسلم ملک میں کسی گرجا گھر کے اوپر سے

اگر چڑیا کا پر بھی گزر جائے تو تمام انٹرنیشنل میڈیا چینل پر چلا چلا کر رونا شروع کر دیتی ہیں، حیرت انگیز طور پر اس ظالمانہ واقعہ پر مہر بہ لب ہیں۔ ان کا یہ دوہرا طرز عمل بھی معنی خیز ہے۔ پھر شہید کے جسدِ خاکی کی ملک میں آمد پر صوبائی اور وفاقی حکومت نے جس مجرمانہ راز داری، تدفین میں جلد بازی اور شہیدِ ناموسِ رسالت کے والدین کے شرعی و قانونی حقوق پر جس طرح دست اندازی کی ہے اس سے بہت سے سوالات ذہنوں میں اٹھتے ہیں۔ اگر واقعہ کے تمام پیش منظر اور پسِ منظر کو سامنے رکھا جائے تو ایسا محسوس ہوتا ہے کہ حکومتِ پاکستان نے کسی بیرونی طاقت کو خوش کرنے کے لئے یہ حکمتِ عملی اپنائی۔ مگر حکومتِ وقت کے ایوانوں میں بیٹھی ہوئی طاقتور لابی کے افراد کو جان لینا چاہئے کہ اصل حکمرانی تو صرف اللہ مالک و خالق اور اس کی عطا سے اس کے خلیفۂ اعظم و اکبر سید عالم ﷺ کی ہے۔ یہ حکومت آنی جانی ہے، یہ زندگی بھی فانی ہے، آج ان کی، کل ہماری باری ہے۔ اپنی قبروں میں تمہیں ایک نہ ایک دن جانا ہے، بروزِ حشر مالک یوم الدین اللہ رب العزت کے حضور پیش ہونا ہے، صاحبِ مقامِ محمود شفیع المذنبین ﷺ کی بارگاہِ اقدس میں شفاعت کس منہ سے طلب کرو گے اور کیا جواب دو گے جب ہاتفِ غیبی پکار کر تم سے کہے گا:

وَامۡتَازُوا الۡیَوۡمَ اَیُّھَا الۡمُجۡرِمُوۡنَ ○ (یٰسٓ: ۵۹/۳۶)

(ترجمہ: ''اور آج الگ پھٹ جاؤ اے مجرمو!'' کنزالایمان)

غازی عامر شہید نے اپنے پیش رو غازی علیم الدین شہید اور غازی عبدالقیوم شہید رحمہم اللہ تعالیٰ کے نقشِ پا کو چراغِ راہ بنایا اور ''قَدۡ اَفۡلَحَ'' کے مصداق بن کر مقامِ بلند پر فائز ہوئے۔ انہوں نے جرأتِ ایمانی اور عزیمت و ہمت کا مظاہرہ کرتے ہوئے خود اپنے لہو سے وفائے عہدِ الٰہی اور عشقِ مصطفوی کی ایک سنہری تاریخ رقم فرما کر رہتی دنیا تک کے فدائیانِ رسول ﷺ کے لئے ناموسِ رسالت پر مر مٹنے کی ایک راہ متعین کر دی۔ عشقِ رسول ﷺ کے چراغ کی جو لو انہوں نے روشن کی ہے، صبحِ قیامت تک اہلِ محبت اس سے کسبِ نور کرتے رہیں گے۔

بہر حال غازی عامر شہید علیہ الرحمۃ یا ان جیسے کسی بھی شہیدِ ناموسِ رسالت کو کبھی کسی حکومتِ وقت کے پروٹوکول کی ضرورت رہی ہے، نہ ہے، نہ صبحِ قیامت تک رہے گی۔

اے سرو تو باقدِ بلندش   در باغ چہ اعتبار داری

(حافظ شیرازی)

بلکہ ایوانِ حکومت و صدارت خود ان شہیدانِ محبت کو پروٹوکول دینے کا محتاج ہے اور جو حکمراں، تاجور، صدر یا ایوانِ حکومت کا وزیرِ اعظم ان شہیدوں کے خون سے غداری کرتا ہے، ان کی توہین و تذلیل کرتا ہے، وہ خود اپنے اقتدار کی مدت کو مختصر کرنے کا موجب بنتا ہے۔ مِلک و مالکیت تو اللہ ہی کی ہے اور اس کی مِلک اور مُلک میں تصرف و حکومت کا اختیار صرف اللہ عز و جل کے رسولِ مکرم ﷺ کو ہے۔

مُلکِ کونین میں انبیاء تاجدار
تاجداروں کا آقا ہمارا نبی ﷺ

(رضا بریلوی)

''المرء مع من احب'' کے بموجب سرکارِ دو عالم ﷺ کے دربارِ گہربار سے اپنے شہیدوں اور جانثاروں پر انعام و اکرام کی وہ بارشیں ہوتی ہیں کہ سارا زمانہ ان کا گرویدہ ہو جاتا ہے، جن و انس ان سے محبت کرتے ہیں، قبر میں نکرین ان کی تعظیم کرتے ہیں، حشر میں ملائکہ ان کا استقبال کرتے ہیں اور سب سے بڑھ کر اللہ رب العزت ان کا اعزاز و اکرام فرماتا ہے اور حیاتِ جاودانی کی نوید دیتا ہے، شافع یوم النشور حضور پرنور ﷺ اپنے صحابہ کرام اور اہلِ بیت سے ان کا تعارف کراتے ہیں، انہیں اپنی آغوشِ رحمت میں لیتے ہیں اور اپنے دستِ کرم سے ساغرِ کوثر عطا فرماتے ہیں:

کیوں تاجدارو! خواب میں دیکھی کبھی یہ شے
جو آج جھولیوں میں گدایانِ در کی ہے؟
(رضا بریلوی)

عامر شہید کو اگر شرمناک رویئے کا مظاہرہ کرتے ہوئے حکومتِ وقت نے پروٹوکول نہ دیا تو کیا فرق پڑتا ہے، رازداری، عجلت اور سرکاری سیکورٹی میں جلد تدفین کے باوجود دیکھتے ہی دیکھتے اخباری اطلاعات کے مطابق دو لاکھ سے زیادہ اہلِ ایمان نے ان کے جنازۂ مبارک میں شریک ہوکر امتِ مسلمہ خصوصاً مسلمانانِ پاکستان کی طرف سے فرضِ کفایہ ادا کر دیا۔ کوئی فرعونِ وقت یا نمرودِ زمانہ، شہیدِ راہِ وفا جاں نثارِ مصطفیٰ ﷺ کی محبت کو لوگوں کے دلوں سے نہیں مٹا سکتا البتہ وہ خود مٹ جاتا ہے اور اس کا نام و نشان بھی باقی نہیں رہتا۔

پابندیٔ سلاسل اور قید و بند کی اذیتوں کے باوجود عامر شہید کا شرعی رخصت کو ترک کر کے عزیمت کی راہ اختیار کرنا جہادِ اکبر کی ایک عملی تفسیر ہے اور گستاخِ رسول جرمن فوجی کے ناپاک خنزیر نما چہرہ پر تھوک کر اس عظیم شہیدِ محبت اور مجاہدِ راہِ وفا و عزیمت نے پوری مغربی تہذیب و تمدن کے اصل دورُخے مکروہ چہرہ کی نقاب کشائی کے ساتھ امتِ مسلمہ کی آنکھیں بھی وا کر دیں کہ ؏

مومن وہ ہے جو ان کی عزت پہ مرے دل سے

اس شہادت کے بدلے میں ان کے رب نے یقیناً انہیں وہ قابلِ رشک اعزاز عطا فرمایا ہے کہ ہر اہلِ ایمان اس کے حصول کا متمنی ہے اور اس کے لئے تمام عمر دعائیں کرتا رہتا ہے۔ "اللھم ارزقنا شھادۃ فی سبیلك" شہید کا حیاتِ فانی کا سفر بڑے تزک و احتشام کے ساتھ اختتام پذیر ہوا۔ لیکن بوعدۂ الٰہی وہ حیاتِ جاودانی کے اعزاز سے بھی نوازا گیا جس کا مظاہرہ اپنی آنکھوں سے ان شاء اللہ تعالیٰ قیامت کے دن سب دیکھیں گے۔ ملاء الاعلیٰ سے بھیجے ہوئے فرشتوں کے پروں پر پرواز کرتے ہوئے عامر شہید اپنے آقا و مولیٰ ﷺ کی آغوشِ رحمت میں پہنچ کر سریر آرائے جنت الفردوس ہوئے اور امر ہو گئے:

خاک ہو کر عشق میں آرام سے سونا ملا
جان کی اکسیر ہے الفت رسول اللہ ﷺ کی
(رضا بریلوی)

لوگ کسی کی موت پر اس کے والدین یا دیگر پس ماندگان کو پرسہ دیتے ہیں لیکن یہ کیسی باشرف اور باوقار مرگ ہے کہ سارا زمانہ عامر چیمہ شہید کے والدِ ماجد پروفیسر نذیر احمد چیمہ کو ان کے اکلوتے بیٹے کی موت پر مبارکباد دے رہا ہے، ان کی گُل پوشی کی جارہی ہے اور عالمِ دیوانگی و بے خودی میں لوگ ان کی پیشانی کو چوم رہے ہیں اور ان کے دست و پا کو بوسہ دے رہیں ہیں۔ گویا ان کے چہیتے اکلوتے بیٹے کو دولہا بنایا گیا ہے۔ یقیناً عامر چیمہ بزمِ وفا کے شہیدوں کا نوخیز نیا نویلا دولہا ہے اور جس گل سے ملاقات کی وہ رات تھی اس کے حجرۃ العروس کی طرف اسے بڑی دھوم دھام سے لے جایا جارہا تھا، رجزیہ اشعار اور نعتیہ کلام پڑھے جارہے تھے اور باراتی نعرۂ تکبیر اور نعرۂ رسالت کے ساتھ عامر شہید کی شان میں نعرۂ تحسین بھی بلند کررہے تھے۔ پروفیسر نذیر احمد چیمہ دامت برکاتہم العالیہ کا اکلوتا فرزند ناموسِ رسالت کے تحفظ کی خاطر اپنا نذرانۂ جاں نقد پیش کر کے خود تو سرخرو ہوا لیکن وہ اپنے والدین کو بھی خلقِ خدا اور خالقِ کائنات کی نگاہوں میں ہمیشہ کے لئے سرخرو بنا گیا۔

در شمار ار چہ نیا ورد کسے حافظ!
شکر کان محنتِ بیحدّ و شمار آخر شد
(حافظ شیرازی)

اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند فرمائے اور ان کی قبر پر رحمتِ رضوان کی صبح و مسا بارش فرمائے اور ہمیں بھی اس عاشقِ صادق کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیقِ رفیق بخشے! آمین بجاہِ سید المرسلین ﷺ

تفسیرِ رضوی

معارفِ قرآن
من افاضاتِ امام احمد رضا

سورۃ البقرہ

گزشتہ سے پیوستہ

مرتبہ: مولانا محمد حنیف خاں رضوی بریلوی

ان سب کے علاوہ اگر فرض کیجئے کہ قرآن میں گائے اور قربانی کا نام تک نہ آیا ہوتا جب بھی گائے کی قربانی قرآن مجید سے بخوبی ثابت تھی۔ قرآن مجید نے مذہب اسلام کی بنیاد صرف انہیں احکام پر نہیں رکھی جس کا خاص خاص بیان قرآن مجید میں آچکا۔ بلکہ خود قرآن مجید نے اپنے احکام اور نبی کے ارشادات دونوں پر بنائے اسلام رکھی۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

مَـا اٰتٰکُمُ الرَّ سُو لُ فَخُذُوْہُ وَمَا نَھٰکُم عَنہُ فَا نتَھُو ا ۔ (الحشر ۔ ۷)

جو کچھ رسول تمہیں دیں وہ لو اور جس سے روکیں اس سے بچو۔

اور فرماتا ہے:

مَن یُطِعِ الرَّ سُولَ فَقَد اَطَا عَ اللّٰہَ ۔

(النساء ۔ ۸۰)

جس نے رسول کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی۔

اور فرماتا ہے:

وَمَا یَنطِقُ عَنِ الْھَوٰی اِنْ ھُوَ اِلَّا وَحیٌ یُوحیٰ

(النجم ۔۳)

یہ نبی اپنی خواہش سے کچھ نہیں کہتا وہ صرف خدا کا حکم ہے جو اسے بھیجا جاتا ہے۔

اور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خود گائے کی قربانی کی اور مسلمانوں کو ایک گائے کی قربانی میں سات آدمیوں کے شریک ہونے کا حکم فرمایا۔ مذہب اسلام میں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے احکام کی چھ کتابیں زیادہ مشہور ہیں جنہیں صحاح ستہ کہتے ہیں۔ ان سب کتابوں میں یہ مضمون صراحۃً موجود ہے۔

صحیح بخاری شریف میں حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا:

ضـحـی رسـو ل اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عن نسا ئہ با لبقر ۃ ۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی بی بیوں کی طرف سے گائے کی قربانی کی۔

صحیح بخاری و صحیح مسلم و سنن ابی داؤد میں حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ:

امـر نـا ر سـو ل الـلـہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسـلـم ان نشـر ک فـی الا بـل و البقرۃ فی کل بد نۃ سبعۃ منا ۔

ہمیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ اونٹ اور گائے ہر بدنہ میں سات آدمی شریک ہو جائیں۔

صحیح مسلم شریف میں انہیں سے روایت ہے:

اشتـر کـنـا مـع النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسـلـم فـی الحج و العمرۃ کل سبعۃ فی بد نۃ فقا ل ر جـل لجا بر ایشتر ک فی البقر ما یشتر ک فی المجز ر فقا ل ما ھی الا من البدن ۔

حج و عمرہ میں ہم نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ قربانی کے ایک ایک ڈیل دار جانور میں سات سات آدمی شریک ہوئے۔ کسی نے جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا کیا گائے کی قربانی میں بھی اتنے ہی آدمی شریک ہو سکتے ہیں جتنے اونٹ میں فرمایا: گائے بھی تو بدنہ ہی

میں داخل ہے۔

ترمذی ونسائی وابن ماجہ میں عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ہے:

قال کنا مع النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی سفر فحضر الاضحی اشترکنا ہ فی البقرۃ عن سبعۃ۔

ہم نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ ایک سفر میں تھے کہ بقر عید آئی تو ہم نے سات آدمیوں کی طرف سے ایک گائے ذبح کی۔ سبحان اللہ! جو کام خود ہمارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کیا اور ہمیں اس کا حکم دیا۔ اسے مذہب اسلام کے خلاف جاننا یا مذہب اسلام میں اس کی اجازت وہدایت نہ ماننا کیسی کھلی ہٹ دھرمی ہے۔

اس بیان میں ایک بڑی ناانصافی یہ ہے کہ ہماری تو صرف کتاب آسمانی سے ثبوت چاہا، جو ہم روشن طور پر ادا کر چکے اور اپنے لئے شاستر کا دامن پکڑا وید کا نام کیوں نہ لیا جسے اپنے نزدیک کتاب آسمانی بتاتے ہیں۔ اگر سچے ہیں تو اب اپنے وید سے قربانی گاؤ کی ممانعت ثابت کریں اور شاستر بنائے مذہب رکھتے ہیں تو ہماری بھی کتب فقہ کو بنائے مذہب جانیں۔

ہدایہ۔ درمختار۔ قاضی خاں۔ عالمگیری۔ وغیرہا ہزاروں کتابیں جو چاہیں دیکھ لیں جس میں قربانی کا باب مذکور ہے ان سب میں قربانی گاؤ نہایت صریح طور پر مسطور ہے تو اسے خلاف مذہب بتانا صریح دھوکہ دینا ہے۔

یہ بات بھی یادرکھنے کے قابل ہے کہ اس بیان ہنود نے خوب ثابت کر دیا کہ مورتی پوجن اور بتوں کے آگے گھنٹا بجانا، سنکھ پھونکنا، مہادیو پر پانی ٹپکانا، ہولی دوالی وغیرہ وغیرہ صدہا باتیں کہ ہنود نے اپنی مذہبی ٹھہرا رکھی ہیں۔ جن کا ذکر ان کے وید میں نہیں، سب ان کے خلاف مذہب ہیں کہ جس کتاب پر بنیاد مذہب ہنود ہے ان کا پتا نہیں دیتی پچھلے ہنود نے محض براہ حیلہ انہیں مذہبی بنا رکھا ہے۔

سب سے زائد یہ ہے کہ وید جس پر مذہب ہنود کی بناء ہے خود صاف صاف قربانی گاؤ کی اجازت دے رہا ہے۔

اخبار پانیر ص ۷ کالم ۴ مطبوعہ ۱۰ اپریل ۱۸۹۴ء میں ایک مضمون چھپا ہے کہ "ہندوستان قدیم میں گائے کی قربانی"

اے اگنی! یہ پاک نذر صدق دل سے راگ کی صورت میں تیرے حضور پیش کرتے ہیں اور تمنا ہے کہ یہ سانڈ اور گھیاں تجھے پسند آویں۔ رگ وید ۶:۱۶۔۴۷ میں تی دل سے سوما کا عرق پینے والی اگنی خالق کی، جسے گھوڑے اور سانڈ اور بیل اور گھیاں اور منت کے میں ڈھے چڑھائے جاتے ہیں ستائش کروں گا۔ رگ ۱۰:۹۱۔۱۴۔

اسی اخبار میں ہرہمنہ پران۔ اور ستیارتھ پرکاش اور ترہنا جلد ۳ باب ۸۔ اور منو کی سامرتھی ۵: ۴۱ وغیرہا کتب مذہب ہنود سے ہندوؤں کا گائیں ذبح کرنا بخوبی ثابت کیا ہے۔ اسی طرح مہابھارت وغیرہا سے بھی ثابت۔ فیصلہ ہائی کورٹ مقدمۂ قربانی نمبری ۶۸۷ میں تاریخ ہنود زمانہ پیشیں سے حکام ہائی کورٹ نے ثابت کیا ہے کہ اگلے ہندو اپنی دینی رسوم میں گئو عید گائے کی قربانی کیا کرتے تھے اور متقدمین حکمائے ہنود نے اس کی تاکید کی تھی۔ تو ثابت ہوا کہ ہنود اپنے وید اور مذہبی کتابوں اور اگلے پیشواؤں سب کے خلاف بحیلہ مذہب صرف دل دکھانے مسلمانوں کے جن کے مذہب میں قربانی گاؤ کی صاف صریح اجازت ہے امر مذہبی مزاحمت بیجا استحقاق کرنا چاہتے ہیں۔ جس کا عقلاً وعرفاً وقانوناً کسی طرح انہیں اختیار نہیں۔ واللہ سبحٰنہ وتعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

(فتاویٰ رضویہ جدید ج:۱۴ ص:۵۶۲ تا ۵۶۶)

(۸۰) وَقَالُوا لَن تَمَسَّنَا النَّارُ اِلَّآ اَيَّامًا مَّعْدُودَةً ط قُلْ اَتَّخَذْتُمْ عِندَ اللّٰهِ عَهْدًا فَلَن يُّخْلِفَ اللّٰهُ عَهْدَهٗٓ اَمْ تَقُولُونَ عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُونَ ۔☆

جاری ہے.........

گزشتہ سے پیوستہ

٦۔ شرک و کفر

معارفِ حدیث من افاضاتِ امام احمد رضا

مرتبہ: مولانا محمد حنیف خاں رضوی بریلوی

سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے افضل الاساتذہ امام عطاء بن ابی رباح رضی اللہ تعالیٰ عنہ جنکی نسبت امام فرماتے: میں نے ان سے افضل کسی کو نہ دیکھا۔ وہ آیت کریمہ ''وَاغْلُظْ عَلَیْهِمْ'' کے بارے میں فرماتے ہیں۔

نسخت هذه الاية كل شئى من العفو و الصفح۔

اس آیت کریمہ نے نازل ہوکر ہر عفو وصفح کو منسوخ کر دیا۔

قرآن عظیم نے یہود و مشرکین کو عداوت مسلمین میں سب کافروں سے سخت تر فرمایا۔

لَتَجِدَنَّ أَشَدَّ النَّاسِ عَدَاوَةً لِّلَّذِيْنَ آمَنُوا الْيَهُوْدَ وَ الَّذِيْنَ أَشْرَكُوْا۔

ضرور تم مسلمانوں کا سب سے بڑھ کر دشمن یہودیوں اور مشرکوں کو پاؤ گے۔ (کنزالایمان)

مگر ارشاد خداوندی عام ہے

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ! جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَ الْمُنَافِقِيْنَ وَ اغْلُظْ عَلَيْهِمْ وَ مَأْوَاهُمْ جَهَنَّمُ وَ بِئْسَ الْمَصِيْرُ ۔

اے غیب بتانے والے (نبی)! کافروں پر اور منافقوں پر جہاد کرو اور ان پر سختی فرماؤ اور ان کا ٹھکانا جہنم ہے اور کیا ہی برا انجام۔
کنزالایمان

اس آیت میں کسی کا استثناء نہ فرمایا۔ کسی وصف پر حکم کا مرتب ہونا اسکی علیت کا مشعر ہوتا ہے۔ یہاں انہیں وصف کفر سے ذکر فرما کر ان پر جہاد وغلظت کا حکم دیا۔ تو یہ سزا انکے نفس کفر کی ہے نہ کہ عداوت مومنین کی، اور نفس کفر میں وہ سب برابر ہیں۔

الكفر ملة واحدة ۔

ہاں معاہد کا استثناء دلائل قاطعہ متواترہ سے ضرورۃً معلوم و مستقر فی الاذہان کہ حکم ''جاہد'' سن کر اسکی طرف ذہن جاتا ہی نہیں۔

فنفس النص لم يتعلق به ابتداء كما افاده فی البحر الرائق۔

تفاوت عداوت پر بنائے کار ہوتی تو یہود کا حکم مجوس سے سخت تر ہوتا حالانکہ امر بالعکس ہے، اور نصاری کا حکم یہود سے کم تر ہوتا حالانکہ یکساں ہے۔ ذمی وحربی کافر کا فرق میں بتا چکا ہوں اور یہ کہ ہر حربی محارب ہے۔

ہاں حسب حاجت ذلیل قلیل ذمیوں سے حربیوں کے مقاتلہ و مقابلہ میں مدد لے سکتے ہیں ایسی جیسے سدھائے ہوئے مسخر کتے سے شکار میں۔

امام سرخسی نے شرح جامع صغیر میں فرمایا۔

و الاستعانة باهل الذمة كالاستعانة بالكلاب۔

اور بروایت امام طحاوی ہمارے ائمہ مذہب امام اعظم و صاحبین وغیرہم رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے اس میں بھی کتابی کی تخصیص فرمائی مشرک سے استعانت مطلقا ناجائز رکھی اگر چہ ذمی ہو۔ ان مباحث کی تفصیل جلیل المحجۃ المؤتمنہ میں ملاحظہ ہو۔

رہا کافر طبیب سے علاج کرانا خارجی یا ظاہر مکشوف علاج جس میں اسکی بدخواہی نہ چل سکے وہ تولاً یا لونکم خبالاً، سے بالکل بے علاقہ ہے۔ اور دنیاوی معاملات بیع وشراء، اجارہ واستیجارہ کی مثل ہے۔ ہاں اندرونی علاج جس میں اسکے فریب کو گنجائش ہو۔ اس میں اگر کافروں پر یوں اعتماد کیا کہ انکو اپنی مصیبت میں ہمدرد، اپنا ولی خیرخواہ اپنا مخلص بااخلاص، خلوص کے ساتھ ہمدردی کر کے اپنا ولی دوست بنانے والا اور اسکی بے کسی میں اسکی طرف اتحاد کا ہاتھ بڑھانے والا جانا تو بیشک

آیت کریمہ کا مخالف ہے، اور ارشاد آیت جان کر ایسا سمجھا تو نہ صرف اپنی جان بلکہ جان وایمان و قرآن سب کا دشمن۔ اور انہیں اسکی خبر ہوجائے اور اسکے بعد واقعی دل سے اسکی خیر خواہی کریں تو کچھ بعید نہیں کہ وہ تو مسلمان کے دشمن ہیں اور یہ مسلمان ہی نہ رہا۔ فانہ منھم، ہوگیا، انکی تو دلی تمنا یہی تھی۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

وَدُّوْا لَوْ تَكْفُرُوْنَ كَمَا كَفَرُوْا فَتَكُوْنُوْنَ سَوَاءً

انکی آرزو ہے کہ کسی طرح تم بھی انکی طرح کافر بنو تو تم اور وہ ایک ہوجاؤ۔ مگر الحمد للہ کوئی مسلمان آیت کریمہ پر مطلع ہوکر ہرگز ایسا نہ جانے گا۔ اور جانے تو آپ ہی اس نے تکذیب قرآن کی۔ بلکہ یہ خیال ہوتا ہے کہ یہ ان کا پیشہ ہے۔ اس سے روٹیاں کماتے ہیں۔ ایسا کریں تو بدنام ہوں، دوکان پھیکی پڑے، کھل جائے تو حکومت کا مواخذہ ہو، سزا ہو، یوں بدخواہی سے باز رہتے ہیں۔ تو اپنے خیر خواہ ہیں نہ کہ ہمارے۔ اس میں تکذیب نہ ہوئی، پھر بھی خلاف احتیاط و شنیع ضرور ہے۔ خصوصا یہود و مشرکین سے، خصوصا سربرآوردہ مسلمان کو، جس کے کم ہونے میں وہ اشقیاء اپنی فتح سمجھیں، وہ جسے جان وایمان دونوں عزیز ہیں اسکے بارے میں آیت کریمہ

لَا تَتَّخِذُوْا بِطَانَةً مِّنْ دُوْنِكُمْ لَا يَأْلُوْنَكُمْ خَبَالًا ۔

کسی کافر کو رازدار نہ بناؤ وہ تمہاری بدخواہی میں گئی نہ کریں گے۔

اور آیت کریمہ

وَلَمْ يَتَّخِذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلَا رَسُوْلِهٖ وَلَا الْمُؤْمِنِيْنَ وَلِيْجَةً ۔

اللہ ورسول اور مسلمانوں کے سوا کسی کو دخیل کار نہ بناؤ۔

اور حدیث مذکور

وَلَا تَسْتَضِيْئُوْا بِنَارِ الْمُشْرِكِيْنَ ۔

مشرکوں کی آگ سے روشنی نہ لو۔

بس ہیں، اپنی جان کا معاملہ اسکے ہاتھ میں دینے سے زیادہ اور کیا رازدار و دخیل کار اور مشیر بنانا ہوگا۔

امام محمد بن محمد ابن الحاج عبدری مکی قدس سرہ مدخل میں فرماتے ہیں:

سخت تر قبیح وشنیع ہے وہ جسکا ارتکاب آجکل بعض لوگ کرتے ہیں، کافر طبیب اور سیتے سے علاج کرانا، جن سے بھلائی اور خیر خواہی کی امید در کنار یقین ہے کہ جس مسلمان پر قابو پائیں اسکی بدسگالی کریں گے اور اسے ایذا پہونچائیں گے، خصوصا جبکہ مریض دین یا علم میں عظمت والا ہو۔

پھر فرمایا: وہ مسلمان کو کھلے ضرر کی دوا نہیں دیتے کہ یوں تو انکی بدخواہی ظاہر ہوجائیگی اور انکی روزی میں خلل آئے گا۔ بلکہ مناسب دوا دیتے اور اس میں اپنی خیر خواہی و فن دانی ظاہر کرتے ہیں۔ اور کبھی مریض اچھا ہوجاتا ہے جس میں انکا نام ہو اور معاش خوب چلے، پھر اسی کے ضمن میں ایسی دوا دیتے ہیں کہ فی الحال مریض کو نفع دے اور آئندہ ضرر لائے یا ایسی دوا کہ اس وقت مرض کھودے مگر جب مریض جماع کرے مرض لوٹ آئے اور مرجائے۔ یا ایسی کہ اس وقت مریض کھڑا ہوجائے اور ایک مدت سال بھر یا کم و بیش کے بعد اپنا رنگ لائے اور ان کے سوا انکے فریبوں کے اور بہت طریقے ہیں، پھر جب مرض پلٹا تو اللہ کا دشمن یوں بہانے بناتا ہے کہ یہ جدید مرض ہے اس میں میرا کیا اختیار ہے، اور مریض کی حالت پر افسوس کرتا ہے، پھر صحیح نافع نسخے بتاتا ہے مگر جب بات ہاتھ سے نکل گئی کیا فائدہ۔ تو اس وقت خیر خواہی دکھاتا ہے جب اس سے نفع نہیں۔ دیکھنے والے اسے خیر خواہ سمجھتے ہیں حالانکہ وہ سخت تر بدخواہ ہے۔ تمام دشمنیوں کا زوال ممکن ہے مگر عداوت دینی کہ یہ نہیں جاتی۔

جاری ہے…………

کن کن لوگوں کی دعا قبول ہوتی ہے

معارف القلوب
من افاضاتِ امام احمد رضا

مصنف : رئیس المتکلمین حضرت علامہ نقی علی خاں علیہ الرحمۃ الرحمٰن
شارح: امام احمد رضا خاں محدث بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان
محشی : مولانا عبدالمصطفیٰ رضا عطاری*

گزشتہ سے پیوستہ

ہفتم ۷: روزہ دار۔

قول رضا: خصوصاً وقتِ افطار (۳۳۶)۔

ہشتم ۸: مسلمان، کہ مسلمان کے لئے اس کی غیبت میں دعا مانگے۔

قول رضا: حدیث شریف میں ہے۔ ''یہ دعا نہایت جلد قبول ہوتی ہے۔'' فرشتے کہتے ہیں۔ امین ولك بمثل ذالك۔

''اس کے حق میں تیری دعا قبول اور تجھے بھی اسی طرح کی نعمت حصول۔''

دوسری حدیث میں فرمایا۔ ''یہ دعا حاجی و غازی و مریض و مظلوم کی دعاؤں سے بھی زیادہ جلد قبول ہوتی ہے۔''

البیھقی فی الشعب بسند صالح عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنھما خمس دعوات یستجاب لھن فذکرھن وقال اسرع ھذہ الدعوات اجابة دعوة الاخ لاخیه بظھو الغیب۔

بلکہ تیسری حدیث شریف میں ارشاد ہوا کہ ''اس سے زیادہ جلد قبول ہونے والی کوئی دعا نہیں۔''

رواہ الترمذی عن عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنھما ونحوہ للطبرانی وغیرہ عن عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنھما۔

چوتھی حدیث شریف میں آیا۔ ''یہ دعا رد نہیں ہوتی۔'' البزار عن عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنھما۔

نہم ۹، قول رضا: والدین کی دعا اپنی اولاد کے حق میں۔ ایک حدیث شریف ذکر کی جاتی ہے کہ ''یہ دعا امت کے لئے دعائے نبی کے مثل ہوتی ہے۔''

رواہ الدیلمی عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنه

دھم ۱۰، قول رضا: اولاد کی دعا والدین کے حق میں۔

ابو نعیم عن واثلة بن الاسقع ﷺ عن النبی ﷺ اربع دعوتھم مستجابة الامام العادل والرجل یدعو لاخیه بظھر الغیب ودعوة المظلوم ورجل یدعو لوالدیه٥ (۳۳۷)

یازدھم ۱۱، قول رضا: حاجی کی دعا جب تک اپنے گھر پہنچے۔ حدیث شریف میں ہے۔ جب تو حاجی سے ملے، اسے سلام کر اور مصافحہ کر اور درخواست کر کہ وہ تیرے لئے اِستغفار کرے، قبل اس کے کہ وہ اپنے گھر میں داخل ہو، کہ وہ مغفور ہے۔

اخرجه الامام احمد عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنھما۔

دوسری حدیث شریف میں ہے ''حاجی کی دعا رد نہیں ہوتی جب تک پلٹے''۔ البیھقی والدیلمی ویاتی۔

دوازدھم ۱۲، قول رضا: عمرہ کرنے والا۔ حدیث شریف میں ہے، ''حج و عمرہ والے خدا کے مہمان ہیں۔ دیتا ہے انہیں جو مانگیں اور قبول فرماتا ہے جو دعا کریں۔'' رواہ البیھقی۔

سیزدھم ۱۳، قول رضا: مریض، کہ نبی ﷺ فرماتے ہیں۔ ''جب بیمار کے پاس جاؤ، اس سے اپنے لئے دعا چاہو کہ اس کی دعا مثلِ دعائے ملائکہ ہے۔ رواہ ابن ماجة عن عمر ﷺ۔

دوسری حدیث شریف میں ہے۔ ''مریض کی دعا رد نہیں ہوتی۔

یہاں تک کہ اچھا ہو۔'' رواہ ابن ابی الدنیاو نحوہ عند البیھقی والدیلمی عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنھما۔

چہاردھم ۱۴' قول رضا: ہر مومن مبتلائے بلا۔ یعنی بلائے دنیوی وجسمانی ۔ یہ مریض سے عام ہے۔ حدیث شریف میں ہے۔ سلمان رضی اللہ عنہ سے ارشاد ہوا۔ ''اے سلمان! بیشک مبتلاء کی دعا مستجاب ہے۔'' الدیلمی عنہ رضی اللہ عنہ۔

دوسری حدیث شریف میں ہے۔ ''مومن مبتلاء کی دعا غنیمت جانو۔'' ابوالشیخ عن ابی الدرداء رضی اللہ عنہ۔

پانزدھم ۱۵' قول رضا: جو یادِ خدا بکثرت کرتا ہو۔ حدیث شریف میں ہے۔ ''تین شخصوں کی دعا اللہ تعالیٰ رد نہیں کرتا۔ ایک وہ کہ خدا کی یاد بکثرت کرے اور مظلوم اور بادشاہِ عادل۔ رواہ البیھقی عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ۔

شانزدھم ۱۶' قول رضا: جو تنہا جنگل میں (جہاں اسے اللہ کے سوا کوئی نہ دیکھتا ہو) کھڑا ہو کر نماز پڑھے۔ ابن مندۃ وابو نعیم فی الصحابۃ عن ربیعۃ بن وقاص رضی اللہ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم ثلاثۃ مواطن لا ترد فیھا دعوۃ عبد رجل یکون فی بریۃ بحیث لا یراہ احد الا اللہ فیقوم فیصلی الحدیث۔ (۳۳۸)

ھفدھم ۱۷' قول رضا: غازی، کہ غزائے کفار کے لئے نکلے، (۳۳۹) جب تک واپس آئے۔

الدیلمی عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنھما اربع دعوات لا ترد دعوۃ الحاج حتی یرجع ودعوۃ الغازی حتی یصدر الحدیث۔ (۳۴۰) وللبیھقی عنہ باسناد متماسک خمس دعوات یستجاب لھن فذکر نحوہ۔

خصوصاً جب کہ معاذ اللہ اور ساتھی بھاگ جائیں اور یہ ثابت قدم رہے وھوفی تتمۃ حدیث ربیعۃ الماذ۔

ھودھم ۱۸' قول رضا: جس شخص پر کسی نے احسان کیا۔ اپنے محسن کے حق میں اس کی دعا رد نہیں ہوتی۔ الدیلمی عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنھما عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم دعاء المحسن الیہ للمحسن لا یرد۔

نوزدھم ۱۹' قول رضا: جماعت مسلمانان' کہ مل کر دعا کریں۔ بعض دعا کریں' بعض آمین کہیں۔ الطبرانی والحاکم والبیھقی عن حبیب بن سلمۃ الفھری رضی اللہ عنہ لا یجتمع ملاء فید عوا بعضھم ویؤ من بعضھم الا اجابھم اللہ تعالیٰ۔

یہ گیارہ کہ فقیر نے ذکر کئے ان میں سوائے نہم ودہم کے باقی نو' صاحبِ حصنِ حصین سے بھی رہ گئے۔ فالحمدللہ علی حسن التوفیق (۳۴۱)

حواشی

(۳۳۵) یعنی جب تک سفر سے واپس گھر لوٹ جائے۔

(۳۳۶) افطار کی دعا عموماً قبل از اِفطار پڑھنے کا رواج ہے۔ مگر مجددِ اعظم امام احمد رضا علیہ الرحمۃ نے فتاوی رضویہ شریف جلد ۴' ص ۶۵۱' مطبوعہ مکتبہ رضویہ کراچی میں اپنی تحقیق یہی پیش فرمائی کہ دعا افطار کے بعد پڑھی جائے۔

(۳۳۷) ابونعیم' واثلہ بن اسقع سے اور وہ مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ چار آدمیوں کی دعائیں ضرور قبول ہوتی ہیں۔ بادشاہِ عادل' وہ شخص کہ اپنے مسلمان بھائی کی غیر موجودگی میں اس کیلئے دعا کرے اور مظلوم کی دعا اور وہ شخص جو اپنے والدین کیلئے دعا کرے۔

(۳۳۸) ابن مندہ ابو نعیم حضرت ربیعہ بن وقاص رضی اللہ عنہ سے اور وہ پیارے مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ تین مقامات ایسے ہیں کہ اُن میں بندے کی دعا رد نہیں کی جاتی۔ اُن میں سے ایک وہ آدمی جو جنگل میں ہو کہ اُسے اس کے رب عزوجل کے سوا کوئی نہ دیکھتا ہو اس حالت میں وہ کھڑا ہو اور نماز ادا کرے۔ (الحدیث)

(۳۳۹) یعنی کفار سے جہاد کرنے کیلئے نکلے۔

(۳۴۰) دیلمی حضرتِ ابنِ عباس رضی اللہ عنھما سے روایت کرتے ہیں کہ چار دعائیں کہ رد نہیں کی جاتیں۔ حاجی کی دعا جب تک کہ لوٹ نہ آئے اور غازی کی دعا یہاں تک کہ واپس ہو۔ (الحدیث)

(۳۴۱) میں اچھی توفیق پر اپنے رب عزوجل کی حمد بجالاتا ہوں۔

جدید طریقۂ نعت خوانی تعلیماتِ رضا کی روشنی میں

پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری

لفظ ''نعت'' اردو زبان میں نبی کریم ﷺ کی منظوم تعریف کے لئے مخصوص ہوگیا ہے یعنی جب کہیں اشعار کی صورت میں آپ ﷺ کی مدح سرائی کی جارہی ہوگی تو اس عملِ صالح کو نعتِ رسولِ مقبول ﷺ سے تعبیر کیا جاتا ہے جب کہ ''نعت'' کے لغوی معنی ہیں مطلق کسی کی تعریف وتوصیف بیان کرنا، چاہے وہ تقریر کے ذریعے ہورہی ہو، منثور ہو یا منظوم۔ لیکن اب یہ ''نعت گوئی'' اصطلاحی معنوں میں صرف آپ ﷺ کی تعریف وتوصیف کے حوالے سے اردو زبان بلکہ بعض دیگر زبانوں میں بھی ادب کی ایک صنف قرار پائی ہے۔

قرآن کریم کی بے شمار آیاتِ بینات آپ ﷺ کی تعریف و توصیف بیان کررہی ہیں یعنی قرآن کریم بھی آپ ﷺ کی نعت بیان کرتا ہے اور یقیناً جو سلیقہ اور قرینہ قرآن کریم نعت گوئی و نعت خوانی کے بارے میں بیان کرتا ہے وہی سو فیصد درست ہے۔ لہٰذا آپ ﷺ کی تعریف وتوصیف کرنے والے شعراء کو چاہئے کہ وہ نعت گوئی و نعت خوانی میں قرآن کریم سے ہدایت اور رہنمائی حاصل کریں اور کوشش کریں کہ آپ ﷺ کی اشعار کی صورت میں ایسی تعریف کی جائے جو آیاتِ بینات اور احادیثِ نبوی ﷺ کی عکاسی کرتی ہو۔

ہر فن کا ماہر جانتا ہے کہ اس فن کے کچھ اصول وضوابط اور آداب ہوا کرتے ہیں۔ جس طرح عبادات کے لئے کچھ آداب مقرر کئے گئے ہیں اسی طرح نعت گوئی کے لئے بھی کچھ آداب وضوابط مقرر ہیں اور وہ قرآن کریم اور احادیثِ مبارکہ میں موجود ہیں۔ یہ بات حقیقت پر مبنی ہے کہ نعتِ رسول مقبول ﷺ کہنے کے لئے بہت ہی سخت ضوابط ہیں اور ان حدود میں رہ کر نعت کہنا بڑے دل گردے اور کمالِ علم وفن کی بات ہے۔ اس لئے میرے نزدیک نعت کہنے کے لئے صرف شاعری کے اصول وضوابط کی پیروی کافی نہیں بلکہ اس نعت گو شاعر کو عالم ہونا بھی ضروری ہے کہ وہ قرآن وحدیث کو جانتا ہو تاکہ نعت کہنے میں اس سے کوئی کوتاہی نہ ہوجائے۔ اس لئے کہ اس کی شرائط بہت سخت ہیں چنانچہ ان سخت قوانین کی نشاندہی امام احمد رضا محدث بریلوی اپنے ملفوظات میں اس طرح فرماتے ہیں:

''حقیقتاً نعت شریف لکھنا نہایت مشکل ہے جس کو لوگ نہایت آسان سمجھتے ہیں۔ اس میں تلوار کی دھار پر چلنا ہے، اگر بڑھتا ہے تو الوہیت میں پہنچتا ہے اور کمی کرتا ہے تو تنقیص ہوتی ہے البتہ حمد (باری تعالیٰ) کہنا آسان ہے کہ اس میں راستہ صاف ہے، جتنا چاہے بڑھ سکتا ہے، غرض حمد میں اصلاً کوئی حد بندی نہیں اور نعت شریف میں دونوں جانب سخت حد بندی ہے۔''

(ملفوظاتِ اعلیٰ حضرت۔ حصہ دوم۔ ص:۴۹، ناشر: مدینہ پبلشنگ، کراچی)

دورِ حاضر کے نعت گو شعراء میں صرف چند نعت گو شعراء ایسے ہیں جو عالمِ دین ہیں ورنہ اکثریت پاک وہند میں ان نعت گو شعراء کی ہے جو علمِ دین سے بھرپور واقفیت نہیں رکھتے اسی لئے ان شعراء کے یہاں نعت رسولِ مقبول ﷺ کم لکھی جارہی ہیں البتہ زیادہ تر شعراء کا نعتیہ کلام مناجات اور استغاثوں اور کیفیاتِ عشق پر مشتمل ہوتا ہے اس میں بمشکل ایک دو شعر نعت کے بھی ہوجاتے ہیں۔ آج کل کے شعراء کے لئے اور ان شعراء کے لئے جو قرآن واحادیث کے علوم سے زیادہ واقفیت نہیں رکھتے ہیں یہ بہتر ہے کہ وہ مناجاتی وتاثراتی اشعار کہہ کر اپنی محبتوں کا اظہار کرلیں، ورنہ نعت کے اشعار کہنا اور ان کو متوازن رکھنا جیسا کہ امام احمد رضا نے اصول بتایا کہ ''نعت شریف میں دونوں جانب سخت حد بندی ہے'' بہت مشکل کام ہے اور یہ بغیر مکمل علمِ دین

حاصل کئے ہوئے ممکن نہیں۔

امام احمد رضا نے نعت گوئی کا فن کسی ظاہری استاد سے نہیں سیکھا بلکہ آپ چونکہ مکمل عالمِ دین تھے اور ایسے عالمِ دین کہ ۱۴ برس سے بھی کم عمر میں آپ نے علومِ دینیہ کی تمام ضروری اور بنیادی کتابیں عربی اور فارسی زبان میں پڑھ لی تھیں اس لئے انہیں نعتِ مصطفی ﷺ قرآن کریم سے سیکھنا آسان ہوگیا۔ نعت گوئی کے لئے انہوں نے قرآن کے قواعد و ضوابط کو ملحوظ رکھتے ہوئے نہایت محتاط انداز میں نعتیہ شاعری کا حق ادا کیا، وہ خود ایک قطعہ میں اس طرح ارشاد فرما رہے ہیں:۔

ہوں اپنے کلام سے نہایت محظوظ بیجا سے ہے المنۃ للہ محفوظ
قرآن سے میں نے نعت گوئی سیکھی یعنی رہے احکامِ شریعت ملحوظ
(حدائقِ بخشش)

امام احمد رضا فرما رہے ہیں کہ میں نے اپنی زبان کو بے جا قسم کی باتوں سے دور رکھا ہے اور نعت گوئی کو میں نے قرآن کریم سے سیکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے پیارے رسول ﷺ کی کس کس طرح مدح سرائی فرماتا ہے۔ اس لئے فرما رہے ہیں کہ اس فن کو قرآن کی زبان سے سیکھا۔ امام احمد رضا محدثِ بریلوی نے اپنے دیوان حدائقِ بخشش میں اردو اور فارسی زبان میں جتنی نعتیں لکھی ہیں اس کا ہر ہر مصرعہ کسی نہ کسی قرآنی آیت، حدیث، قصصِ قرآن یا حضور ﷺ کے معجزات کا مقتبس ہے یا اس کی طرف مشیر ہے۔ کبھی کبھی وہ اشعار میں مناجات، کیفیاتِ عشق اور تاثراتِ قلبی بھی پیش کرتے ہیں لیکن اکثر اشعار نعت پر ہی مشتمل ہیں۔ یہاں صرف ایک رباعی پیش کررہا ہوں جس میں وہ آپ ﷺ کی تعریف بیان کررہے ہیں۔

اللہ کی سرتابقدم شان ہیں یہ ان سا نہیں انسان، وہ انسان ہیں یہ
قرآن تو ایمان بتاتا ہے انہیں ایمان یہ کہتا ہے کہ مری جان ہیں یہ
(حدائقِ بخشش۔ ص:۱۵۲، مطبوعہ ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا، کراچی، ۱۹۹۹ء)

قرآنِ کریم کی تلاوت کے بھی شریعت نے اصولِ بیان کئے ہیں۔ جب قرآن کریم پڑھا جارہا ہو تو پڑھنے والے کے لئے تعظیم و تکریم بہت ضروری ہے اور سننے والے پر بھی اس کی تعظیم و تکریم واجب ہے۔ پڑھنے والے کے لئے ضروری ہے کہ وہ وضو کے ساتھ ہو، خوش الحان ہو اور قرآن کریم کے الفاظ کو ان کے درست مخارج اور حرکات و اعراب کے ساتھ ادا کرسکتا ہو کیونکہ قرآن مجید کے الفاظ کی غیر ضروری کھینچ تان سے الفاظ کے معنی بدل سکتے ہیں۔ اس لئے ان آداب و ضوابط کی پاسداری پڑھنے والے پر واجب ہے اور سننے والوں پر بھی کچھ آداب و اصول کا نفاذ ہے۔ اول یہ کہ وہ بھی وضو سے ہوں، دوم انتہائی سکون کے ساتھ قرآن مجید سنیں، غیر ضروری طور پر یا جان بوجھ کر جھومنے کی ضرورت نہیں، خشوع و خضوع کے ساتھ سنتے رہیں کہ شاید خشیتِ الٰہی کے باعث آنکھوں سے آنسو جاری ہوجائیں۔ چنانچہ اس سلسلہ میں قرآن و حدیث کا ایک ایک حوالہ ملاحظہ کیجئے:

القرآن: واذا قری القرآن واستمعوا له وانصتو لعلكم ترحمون (الاعراف: ۲۰۴)

ترجمہ: اور جب قرآن پڑھا جائے تو اسے کان لگا کر سنو اور خاموش رہو کہ تم پر رحم ہو۔ (کنزالایمان)

حدیث: زينو القرآن باصوتكم (دارمی و مستدرک)

ترجمہ: اپنی آوازوں سے قرآن کریم کو زینت بخشو۔ (یعنی خوبصورت لہجہ اور خوش الحانی اور مخرج کی مناسب ادائیگی سے قرآن کو پڑھو)۔

قرآن و حدیث کی تعلیمات سے معلوم ہوا کہ قرآن کریم کو اچھے لہجے سے پڑھنا چاہئے اور جب پڑھا جائے تو سننے والے خاموشی کے ساتھ کان لگا کر بغور سنیں۔ دوسری طرف اس بات کا خاص خیال رکھا جائے کہ قرآن کریم کے کسی بھی لفظ کو چاہے اسمِ ذات اللہ ہو ان کو

غیر موزوں لہجوں کے ساتھ یا لفظ بے جا کھینچ تان کر یا بگاڑ کر نہیں پڑھنا چاہئے کہ یہ سخت گناہ ہے۔ امام احمد رضا محدثِ بریلوی اس سلسلہ میں فتاویٰ خیریہ کے حوالہ سے رقم طراز ہیں:

''جب لفظِ قرآن کو اس کے مخرج سے نکالتے ہوئے اس میں کچھ حرکات داخل یا خارج کردے یا حروف ممدوہ کو مختصر کردے یا غیر ضروری درازی کردے جس سے لفظ کی ہیئت بدل جائے یا اس کے معنی میں اشتباہ پیدا ہوجائے تو ایسا کرنا حرام ہے۔ اس طرح کا پڑھنے والا فاسق اور سننے والا گنہ گار ہوگا کیونکہ اس طرح کرنے سے اس نے اس لفظ کو اس کے درست مقام سے ہٹا کر بدل ڈالا''

(فتاویٰ رضویہ جدید۔ جلد:۲۳، ص:۳۶۲)

یہاں اختصار سے اس بات کو بتانا چاہتا ہوں کہ دورِ حاضر میں کچھ مخصوص نعت خواں حضرات نعت پڑھنے کے ساتھ ہی ساتھ اس کے back ground میں ذکر اللہ بھی کرتے ہیں بلکہ اللہ عزوجل کے اسمِ ذات کو اس قدر بگاڑ کر ذکر کرتے ہیں کہ سننے والے کی سمجھ میں ہی نہیں آتا کہ وہ ''اللہ اللہ'' کہنے کے بجائے اوہ اوہ یا آہ آہ یا معاذ اللہ طبلہ کی تھاپ کی آواز نکال رہا ہے۔ امام احمد رضا کی تعلیمات کی روشنی میں ذکر اللہ کرتے ہوئے اسمِ جلالت ''اللہ'' کو بگاڑ کر پڑھنا سخت حرام ہے اور اس طرح سننے والے اور شریکِ محفل بھی یقیناً اس گناہ میں شریک سمجھے جائیں گے۔

قارئینِ کرام! صاحبِ قرآن یعنی محمد مصطفیٰ ﷺ کے ذکر کے سلسلہ میں چند آیات پیش کر رہا ہوں کہ آپ ﷺ کے ذکر سننے کے بھی وہی آداب ہیں جو قرآن کریم سننے کے لئے ہیں کہ ہمارے لئے دونوں یعنی قرآن اور صاحبِ قرآن کی تعظیم و تکریم لازم ہے۔ اب آیتِ قرآنی ملاحظہ کریں جس میں نبی کی بات کو، نبی مکرم ﷺ کے ارشاداتِ قدسیہ اور آپ کے ذکرِ شریف کو سننے کے آداب کی تعلیم دی جارہی ہے۔

القرآن: یَـٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقُوْلُوْا رَاعِنَا وَقُوْلُوا انْظُرْنَا وَاسْمَعُوْا ط ---- O (البقرۃ/۱۰۴)

ترجمہ: اے ایمان والو! راعنا نہ کہو اور یوں عرض کرو کہ حضور ہم پر نظر رکھیں اور پہلے ہی سے بغور سنو۔ (کنز الایمان)

نبی کریم ﷺ کی صحابہ کرام نے کس طرح تعظیم و توقیر کی اور کس طرح آپ کی محافل میں تشریف فرما ہوئے اس کے لئے کتبِ احادیث و سیر گواہ ہیں کہ وہ کتنی خاموشی کے ساتھ باادب بیٹھتے، گردنیں جھکی ہوتیں، آنکھیں نیچی ہوتیں اور حضور ﷺ کے ارشادات بغور سن رہے ہوتے۔ حضور ﷺ کے سامنے حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نعتِ رسولِ مقبول ﷺ سناتے تو آپ ﷺ سمیت تمام صحابہ کرام انتہائی خاموشی کے ساتھ کلامِ حسان کو سماعت کرتے، نہ کوئی جھومتا، نہ کوئی تھرکتا، نہ کوئی ہاتھ بلند کرکے لہراتا اور کسی بھی قسم کی حرکات نہ ہوتیں۔ سب خاموش ہوتے اور سبحان اللہ ماشاء اللہ کی آواز کبھی کبھی بلند ہوتی۔ کیا آج ہم اس ماحول کو برقرار رکھے ہوئے ہیں؟ نہیں! ہرگز نہیں۔ ہم حضور ﷺ کی سماعت کردہ محفلِ نعت خوانی کے پاکیزہ آداب و ماحول کو ذاتی نمود و نمائش کی خاطر یکسر بدل کر سنگین بلکہ سید عالم ﷺ کی ناراضگی کا باعث ہو رہے ہیں۔

آیئے قارئین! ایک دفعہ پھر میں آپ کو دربارِ رسالت ﷺ میں لیے جاتا ہوں کہ جہاں خود سرکارِ دو عالم ﷺ اپنی نعت سماعت فرما رہے ہیں۔

حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو منبر پر بٹھایا گیا، حضرت حسان کے بالکل سامنے ہمارے آپ کے آقا و مولیٰ ﷺ تشریف فرما ہیں، تمام صحابہ کرام ان کے چاروں طرف خاموشی کے عالم میں گردنیں جھکائے نظریں نیچے کئے ہوئے دو زانو بیٹھے ہوئے مدح سرائی سن رہے ہیں۔ اب روحانی منظر ملاحظہ کریں اس ذکرِ رسول ﷺ کو جو نعت کی صورت میں ہو رہا ہے، خود باری تعالیٰ بھی اس

منظر کو دیکھ رہا ہے اور نعت خواں کی نعت کو سن رہا ہے اور اللہ عزوجل ان لمحات کے دوران بھی آپ ﷺ پر درود پڑھ رہا ہے۔ اس کے حکم سے اس کے تمام فرشتے جو وہاں موجود ہیں، اپنے پروں کو پھیلائے پوری مجلس کو اپنے نورانی پروں کے سائے میں لئے ہوئے ہیں اور وہ بھی سن رہے ہیں اور درود شریف پڑھ رہے ہیں۔ اس پر کیف روحانی منظر کے دوران نہ کوئی صحابی تھرک رہا ہے نہ ہاتھ بلند کر کے حضرت حسان رضی اللہ تعالیٰ عنہ صحابہ کو ہاتھ لہرانے کے لئے کہہ رہے ہیں نہ حضرت حسان کی نعت پڑھنے کے دوران کوئی ذکر ہو رہا ہے، نہ حضرت حسان فرما رہے ہیں کہ چیخ کر بولو، زور سے بولو، چلا کر بولو ''یارسول اللہ''

قارئین کرام! اب آپ خود فیصلہ کریں کہ آپ کو کونسی نعت خوانی کا ماحول پسند ہے؟ حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کا اندازِ نعت خوانی اور اس کا پسِ منظر یا دورِ حاضر کے مخصوص گروہ کا مخصوص بلکہ غیر شرعی انداز کی نعت خوانی کا منظر۔ امام احمد رضا کا ایک قول پھر نقل کر رہا ہوں:

''(نعت خوانی میں) اگر الحان کے لئے مد و قصر و حرکات وسکنات وغیرہ ہیئات حروف میں کچھ تغیر بھی ہو تو حرج نہیں جبکہ صرف سادہ خوش الحانی ہو اور تمام منکراتِ شرعیہ سے خالی۔''

(فتاویٰ رضویہ جدید۔ ج:۲۳، ص:۳۶۳)

قارئین کرام! نعت خوانی ہماری روح کی غذا ہے۔ اس نعت کو بہ سکون وبغور سننے سے روح کو وجد آنا چاہئے یا جسم کو بزور تھرکا کر وجد میں آ جانے کی نمائش کرنی چاہئے۔ اگر جسم تھرک رہا ہے یا غیر ضروری جھوم رہا ہے تو یہ طبلہ کی تھاپ پر جھومتا ہے اور طبلہ کے بجائے ذکر اللہ کے نام پر آہ، اوہ کی تھاپ یا ایکو کی تھاپ پر آپ کے جسم کو لہرایا جا رہا ہے، اس سے پرہیز کریں اور اپنے قلب کو ذکر اللہ اور ذکرِ مصطفیٰ ﷺ سے مزین کریں۔

حضرات صوفیائے کرام نے نعت خوانی کے اس ماحول کو جو خود حضور ﷺ کے زمانے میں تھا، برقرار رکھا۔ یہاں صفحات اجازت نہیں دے رہے ورنہ ہر زمانہ کے صوفیائے کرام کی محافل کا ذکر کرتا۔ یہاں صرف امام احمد رضا محدثِ بریلوی کی نعت خوانی کا ایک مختصر نقشہ پیش کر رہا ہوں۔ ملاحظہ کیجئے:

''امام احمد رضا محدثِ بریلوی کا لکھا ہوا ''قصیدۂ نوریہ'' سب سے پہلے عرسِ قادری بدایوں (۱۳۱۷ھ) میں پڑھا گیا جس میں ہندوستان کے نامور علماء ومشائخ مثلاً مولانا عبدالقادر بدایونی، مولانا وصی احمد محدث سورتی، مولانا ہدایت رسول قادری، مولانا ابوالحسن نوری میاں علیہم الرحمۃ جیسی شخصیات موجود تھیں، یہ قصیدہ شریف پڑھا گیا۔ بدایوں کے مشہور نعت خواں جناب حبیب قادری صاحب علیہ الرحمۃ اپنے مخصوص انداز میں امام احمد رضا کا قصیدہ نور

ے صبح طیبہ میں ہوئی بٹتا ہے باڑا نور کا
صدقہ لینے نور کا آیا ہے تارا نور کا

(حدائقِ بخشش۔ ص:۱۵۶، مطبوعہ ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا، کراچی۔ ۱۹۹۹ء)

پڑھ رہے تھے۔ لوگ بیان کرتے ہیں کہ محفل سراپا نور بن گئی، ایک ایک شعر چار چار پانچ پانچ مرتبہ پڑھا گیا۔ کیف وسرور کی ایک کیفیت برپا تھی۔ تحسین وآفریں کے نعرے بلند ہوتے۔ صبح دس بجے قصیدہ پڑھنا شروع ہوا اور قبل ظہر ختم ہوا۔ حضرت شاہ ابوالحسین نوری میاں صدرِ مجلس گردن جھکائے مراقب نظر آ رہے تھے۔ گردن اٹھائی اور دست بدعا ہوئے۔ حضرت فاضلِ بریلوی والہانہ انداز کے ساتھ اٹھے اور اس شعر پر

ے اے رضاؔ یہ احمد نوری کا فیضِ نور ہے
ہوگئی میری غزل بڑھ کر قصیدہ نور کا

پر بے ساختہ چیخ نکلی اور حضرت نوری میاں کے زانوئے

مبارک پر سر رکھ دیا۔'' (معارفِ رضا۔شمارہ:۲۔ ص:۱۱۱)

امام احمد رضا کی اس محفلِ نعت کی سماعت کا منظر آپ نے ملاحظہ کیا کہ آپ ﷺ کی نعت پڑھنے والا خوش الحانی سے اکیلا نعت پڑھ رہا ہے اور کسی بھی قسم کا ذکر ساتھ میں نہیں ہورہا ہے، نہ ایکو کی تھاپ ہے اور نہ ذکر کی تھاپ۔ تمام سامعین بشمول امام احمد رضا گردنیں جھکائے نعت سن رہے ہیں نہ کوئی تھر کتا نظر آرہا ہے، نہ کوئی ہاتھوں کو بلند کر کے لہرا رہا ہے، نہ کوئی بدن کو غیر ضروری لہرا رہا ہے، ہاں نعت کا شعر دل کو لگا، بے ساختہ آواز نکلی، یہ وجدانی کیفیت تو ہوسکتی ہے مگر جان بوجھ کر غیر ضروری حرکتیں کرنا اور حضور کی تعریف کو بغور نہ سننا نعت خوانی کی محفل کے آداب کی خلاف ورزی ہے۔ امام احمد رضا قرآن کریم اور نعتیہ اشعار پڑھنے والے کو جو تعلیم دے رہے ہیں اس کو تحریر میں ملاحظہ کیجیے:

''قرآن عظیم خوش الحانی سے پڑھنا جس میں لہجہ خوش نما، دلکش، پسندیدہ، دل آویز، غافل دلوں پر اثر ڈالنے والا ہو اور معاذ اللہ رعایت اوزانِ موسیقی کے لئے ہیأتِ نظمِ قرآنی کو بدلا نہ جائے، ممدود کا مقصود، مقصود کا ممدود نہ بنایا جائے، حروف مد کو کثیر فاحش کشش جسے اصطلاحِ موسیقیان میں تان کہتے ہیں، نہ دی جائے، زمزمہ پیدا کرنے کے لئے بے محل غنہ و نون نہ بڑھایا جائے۔ غرض طرزِ ادا میں تبدیل و تحریف راہ نہ پائے بے شک جائز و مرغوب بلکہ شرعاً محبوب و مندوب بلکہ بتاکید اکید مطلوب اعلیٰ درجہ کی ہے۔۔۔

۔۔۔اشعارِ حسنۂ محمودہ کا پڑھنا جن میں حمدِ الٰہی و نعتِ رسالت پناہی جل جلالہٗ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و منقبت آل و اصحاب و اولیاء و علماء دین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین بروجہ صحیح اور نہج مقبول شرعی ہو، یا ذکرِ موت و تذکیرِ آخرت و احوالِ قیامت و غیر ذلک مقاصد شرعیہ ہو وہاں قطعاً جائز و روا ہے۔۔۔

۔۔۔ وعظ کے اشعار، حدیث کے ترجے اسی قسم میں داخل ہیں تو ایسی شعر خوانی کا جواز بالیقین ہے اور جب خوش الحانی خود قرآن عظیم میں مطلوب مندوب ہوئی تو یہ شعر تو شعر ہے، یہاں اگر الحان کے لئے مدو قصر و حرکات و سکنات وغیرہ ہیأتِ حروف میں کچھ تغیر بھی ہو تو حرج نہیں جب کہ نیت صرف سادہ خوش الحانی ہو اور تمام منکرات شرعیہ سے خالی۔۔۔۔

۔۔۔ محمود و مباح اشعار کا سادہ خوش الحانی سے پڑھنا زمانۂ صحابہ و تابعین و ائمہ دین مجوز، مقبول ہے بلکہ خود بعض صحابہ کرام سے ماثور و منقول بلکہ خود حضور اقدس ﷺ کے سامنے ہوتا، حضور سنتے اور انکار نہ فرماتے۔۔۔۔

۔۔۔ بالجملہ ممانعت و منازعت جو کچھ ہے، گانے میں ہے، یا معاذ اللہ اشعار ہی خود برے ہوں اگرچہ بظاہر نعت و منقبت کا نام ہو۔۔۔ یا محل محل فتنہ خواہ فطنۂ فتنہ ہو جیسے زن (عورت) اجنبیہ کا مردوں کے جلسہ میں خوش الحانی کرنا یا خارج **(Background)** سے امورِ نامشروعہ کا قدم درمیان ہو مثلاً مزامیر، تالیاں (یا کسی قسم کا ذکر)۔۔۔ ورنہ سادہ خوش الحانی کے ساتھ جائز شعر خوانی کے جواز میں اصلاً جائے کلام نہیں بلکہ اشعارِ محمودہ بہ نیتِ محمودہ، اعمالِ محمودہ میں معدود و باعثِ اجر و رضائے ربِ ودود ہیں۔''

(فتاویٰ رضویہ۔ جلد:۱۰۔ حصہ اول، ص:۱۷۱۔۱۷۲، مکتبۂ رضویہ کراچی)

قارئین کرام! جس طرح قرآن مجید کا خوش الحانی کے ساتھ پڑھنا بغیر کسی مزامیر، بغیر کسی غیر ضروری بناوٹ اور بغیر کسی اور سُر، تان کی ملاوٹ کے اور ہر ہر لفظ کو اس کے مخارج کے ساتھ پڑھنا ضروری ہے۔ اسی طرح جب قرآن مجید پڑھا جارہا ہو تو پھر اس کو انتہائی سکون اور خاموشی کے ساتھ سننا بھی ضروری ہے۔ اسی طرح احادیثِ نبویہ کو بھی انہی آداب سے سننا چاہئے اور اسی طرح اگر ان کے اوصاف و کمالات، شمائل و فضائل و معجزات کا بیان ہورہا ہو یا کوئی نعت خواں اشعار میں حضور ﷺ کی مدح سرائی کررہا ہو تو اس وقت بھی

خاموشی اور سکون کے ساتھ سننا لازم ہے جبکہ دورِ حاضر میں نعت خوانوں کا ایک مخصوص گروہ ایک غیر شرعی طریقہ سے نعت خوانی کررہا ہے وہ خود بھی اور سننے والے بھی گناہ کے مرتکب ہورہے ہیں۔ اب ملاحظہ کیجئے دورِ حاضر کی ایک محفلِ نعت کا منظر یا اس گروہ کے عام نعت خوانی میں اندازِ نعت خوانی کی جھلک:

نعت خواں ماشاء اللہ داڑھی شریف چہرہ پر سجائے ہوئے ہے، ساتھ ہی ساتھ نبی کریم ﷺ کی ایک اور سنت کہ سر پر عمامہ شریف بھی ہے، اس کے ہاتھ میں مائیک ہے، ساتھ اس کے دو ہمنوا جن کے ہاتھوں میں بھی مائیک ہے وہ بھی اس کے دائیں بائیں یا الگ بیٹھے ہیں۔ نعت شریف شروع کرنے سے پہلے اپنا گلا صاف کرنے کے لئے وہ ذکر اللہ شروع کرتا ہے۔ اس ذکر اللہ میں لفظ اللہ قطعاً سمجھ میں ہی نہیں آتا۔ جو الفاظ بگڑے ہوئے سمجھ میں آتے ہیں وہ آہ آہ یا اوہ اوہ کی صورت میں گونجتے ہیں، اب ہمنوا تو آہ آہ یا اوہ اوہ کی مستقل تھاپ دیتے رہتے ہیں جبکہ نعت پڑھنے والا نعت شروع کردیتا ہے جس کی طرز عموماً کسی فلمی گانے یا لوک گیت پر ہوتی ہے۔ شروع میں تو وہ آرام سے پڑھتا ہے پھر وہ اس میں دوسرے شاعروں کے مصرع کو جوڑنا شروع کردیتا ہے جبکہ ذکر اللہ کی بگاڑی ہوئی شکل اس کو میوزک کی شکل میں طبلہ کی تھاپ فراہم کررہی ہے، اب اس نعت خواں کو جوش آرہا ہے، وہ خود بھی دونوں ہاتھوں کو بلند کرکے پورے جسم کو لہراتا ہے، ساتھ ہی تمام سامعین کو ظاہری وجد دلاتا ہے کہ ہاتھ اٹھاؤ، چیخو اور زور سے بولو، اب بعض وقت یہ نعت خواں بیٹھے بیٹھے کھڑا ہوجاتا ہے اور اس کی دیکھا دیکھی یا اس کے اشارے پر آہستہ آہستہ سامعین بھی کھڑے ہوجاتے ہیں (انا للہ وانا الیہ راجعون)۔ اس طرح کی محافلِ نعت کا کسی بھی الیکٹرونک میڈیا میں ابلاغ مستحسن نہیں ہے۔

قارئینِ کرام! اس زمانے میں تعلیماتِ رضا ہمارے لئے اشد ضروری ہیں جو حقیقت میں سو فیصد قرآن و سنۃ کی تعلیمات ہیں اور امام احمد رضا نے صرف قلم سے ہی جوہر نہیں دکھائے کہ ان کے پاس صرف جولانی قلم تھی اس لئے وہ اپنی تحریر میں لکھ گئے ہیں۔ نہیں! بلکہ جو انہوں نے لکھا، اس پر ہمیشہ عمل رکھا۔ وہ تو شریعت کی پابندی کے معاملہ میں اتنے سخت ہیں کہ اگر کوئی شریعت کی پابندی نہیں کررہا ہے، پھر وہ ان کا کیسا ہی قریب ہو، اس سے وہ دور ہوجاتے ہیں، چنانچہ ان کی تحریر کا ایک اقتباس ملاحظہ کیجئے:

''حضور اقدس ﷺ رب العزۃ جل جلالہ کے نور ہیں، حضور ﷺ سے صحابہ روشن ہوئے، ان سے تابعین روشن ہوئے، تابعین سے تبع تابعین روشن ہوئے، ان سے ائمہ مجتہدین روشن ہوئے، ان سے ہم روشن ہوئے۔ اب ہم تم سے کہتے ہیں کہ یہ نور ہم سے لے لو۔ ہمیں اس کی ضرورت ہے کہ تم ہم سے روشن ہو۔ وہ نور یہ ہے کہ اللہ و رسول ﷺ کی سچی محبت، ان کی تعظیم اور ان کے دوستوں کی خدمت اور ان کی تکریم اور ان کے دشمنوں سے سچی عداوت جس سے اللہ اور رسول ﷺ کی شان میں ادنیٰ توہین پاؤ پھر وہ کیسا ہی پیارا کیوں نہ ہو، فوراً اس سے دور ہوجاؤ۔ جس کو بارگاہِ رسالت میں ذرا بھی گستاخ دیکھو، پھر وہ تمہارا کیسا ہی بزرگ معظم کیوں نہ ہو، اپنے اندر سے اسے دودھ سے مکھی کی طرح نکال کر پھینک دو۔ میں پونے چودہ برس کی عمر سے یہی بتارہا ہوں اور اس وقت پھر یہی عرض کرتا ہوں۔''

قارئین کرام! ہمیں چاہئے کہ نعت خوانی کے اس جدید طریقے سے بچیں اور جس طرح امام احمد رضا نے اپنا کلام گردن جھکائے سنا ہے ہم بھی کلامِ رضا کو اندازِ رضا میں سننے کی عادت ڈالیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں عمل کی توفیق اور غیر شرعی انداز میں نعت خوانی کرنے والے ہمارے نادان بھائیوں اور کارِ ثواب سمجھ کر اس میں شریک ہونے والوں کو نیک ہدایت عطا فرمائے۔ آمین بجاہِ سید المرسلین ﷺ۔

☆☆☆

گھر کے بھیدی لنکا ڈھائیں

کراچی کے چند نئے فرقوں کے بانیوں کا تعارف

بات اُن کی، زباں اُن کی

فتنوں کا جلدی جلدی نمودار ہونا قیامت کی نشانیوں میں سے ہے، ماضی میں کئی باطل فرقے وجود میں آئے، اب بھی نئی نئی شکلیں بدل کر بھولے بھالے مسلمانوں کو گمراہ کرنے میں لگے ہوئے ہیں، چند سالوں سے کراچی (پاکستان) میں بھی کچھ نئے فرقے پیدا ہوئے ہیں، بقول ابوطاہر محمد زبیر علی زئی (غیر مقلد عالم) ''عصر جدید میں کراچی کا شہر خود رو فرقوں کا مرکز ہے'' [۱]، اور یہ سب وھابیت کی پیداوار ہیں، شاعر مشرق علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ کے رفیق خاص سید نذیر نیازی لکھتے ہیں کہ

''حضرت علامہ نے فرمایا ''قادیان اور دیوبند اگرچہ ایک دوسرے کی ضد ہیں، لیکن دونوں کا سرچشمہ ایک ہے، اور دونوں اس تحریک کی پیداوار (ہیں) جسے عرف عام میں وھابیت کہا جاتا ہے''۔[۲]

فرقہ تمنائیہ

منکر حدیث تمنا عمادی

تمنا عمادی صاحب کا پورا نام ''مولوی سید محی الدین تمنا عمادی پھلواروی'' ہے، [۳] ۱۳۰۵ھ میں پھلواری شریف ضلع پٹنہ (صوبہ بہار۔ ہندوستان) میں پیدا ہوئے، درس نظامی اپنے والد شاہ عزیز الحق سے اور حدیث کی تعلیم مولانا حکیم علی نعمت سے حاصل کی، شاعری میں شمشاد لکھنوی (مولانا عبدالاحد شمشاد لکھنوی فرنگی محلی ۱۲۶۶ھ۔۱۳۳۵ھ) کے شاگرد رہے، عربی، اُردو ادب اور فارسی میں شبلی نعمانی سے تلمذ تھا، تصانیف میں جواہر الادب، مذہب العقل، معاش و معاد، انمول موتی، عروض جدید، البدر المنیر فی اصول تفسیر کے علاوہ اردو فارسی کلام کے دیوان ہیں۔ ۱۳۹۲ھ/۱۹۷۲ء میں ڈھاکہ (بنگلہ دیش) میں فوت ہوئے، کراچی میں دفن ہوئے [۴]۔

پروفیسر محمد اسلم، سابق صدر شعبہ تاریخ پنجاب یونیورسٹی لاہور (متوفی ۱۹۹۸ء) ان کی قبر کے بارے میں لکھتے ہیں:

''مولانا تمنا عمادی نے تو باقاعدہ یہ وصیت کی تھی کہ ان کی قبر پر نہ تو کتبہ لگایا جائے، نہ ہی اس پر دوبارہ مٹی ڈالی جائے اور نہ ہی کوئی ان کی قبر پر آئے، ایسی ہی وصیت توحید کے علمبردار ڈاکٹر مسعود الدین عثمانی نے بھی کی تھی، اگر انہیں ایک روز کے لئے اختیار مل جاتا تو وہ پاکستان میں ایک پکی قبر باقی نہ رہنے دیتے''۔[۵]

مولانا شبلی نعمانی کی تعلیمات کا اثر یہ ہوا کہ مسلمانوں کے متفقہ عقائد کے بارے میں تنقیدی ذہن رکھتے تھے، شبلی نعمانی نیچریت (جدیدیت) میں سرسید احمد خاں (علی گڑھ) سے متاثر تھے، سرسید اور شبلی نعمانی کو مولوی اشرف علی تھانوی نے بھی اپنے ملفوظات ''الافاضات الیومیہ میں نیچری لکھا ہے [۶]، جس طرح سرسید احمد خاں معجزاتِ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے معجزہ معراج اور دوسرے معجزات کا انکار کرتے تھے، اسی طرح شبلی نعمانی اور پھر ان کے شاگرد مولوی سلیمان ندوی، اور پھر وہی باتیں مولوی حبیب الرحمن کان دھلوی نے اپنی کتاب ''مذہبی داستانیں'' میں لکھی ہیں، مسلمانوں میں انتشار وافتراق پھیلانے والے یہ سارے کے سارے لیڈر صاحبان ایک ہی تھیلی کے چٹے بٹے ہیں۔

غیر مقلدین کے مشہور محقق مولوی ارشاد الحق اثری (فیصل آباد) تمنا عمادی صاحب کے بارے میں لکھتے ہیں!

''واقف حال حضرات کو معلوم ہے جناب تمنا صاحب کا عمر بھر

مشن یہ رہا کہ ریسرچ اور تحقیق کے نام سے کسی نہ کسی طرح صحیح احادیث میں تشکیک پیدا کردی جائے، اور اس میں بلاشبہ انہیں بڑی مہارت حاصل تھی، ہم ان کے علم وفضل اور ذہانت کے معترف ہیں مگر اس ذہانت پر ان کی تجدد پسندی کا رنگ غالب تھا، اور استشراقی افکار سے بھی وہ متاثر تھے''۔[۷]

شروع جوانی کی عمر میں ہی جدید ذہن رکھتے تھے اور مسلمانوں کے متفقہ عقیدہ ''مرحومین کے لئے ایصال ثواب'' کے متعلق شکوک وشبہات میں مبتلا تھے، چنانچہ انہوں نے ۲۰/اگست ۱۹۳۵ء کو پھلواری شریف ضلع پٹنہ (بہار، ہندوستان) سے اہل سنت کے مشہور مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ پٹنہ میں مسئلہ ایصال ثواب کے متعلق چارسوال لکھ کر بھیجے، مولانا ظفر الدین قادری رضوی بہاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ خلیفہ مجاز امام احمد رضا قادری بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا مفصل جواب لکھا، جو ۱۴۱۶ھ/ ۱۹۹۵ء میں تنظیم نوجوانان اہل سنت، جامع مسجد سیدنا صدیق اکبر اندرون بھاٹی دروازہ لاہور سے دوسوصفحات پر مشتمل کتابی صورت میں شائع ہوا، اس کا سن تصنیف ۱۳۵۴ھ ہے، انہی خیالات کو لے کر حبیب الرحمٰن کان دھلوی نے مسئلہ ایصال ثواب کے خلاف ایک کتاب ''عقیدہ ایصال ثواب قرآن کی نظر میں'' لکھی، جو الرحمٰن پبلشنگ ٹرسٹ کراچی نے ۱۹۹۰ء میں شائع کی، حبیب الرحمٰن کان دھلوی کے ان اعتراضات (مثلاً قرآن کریم کی آیت ہے ''لیس للانسان الاماسعیٰ یعنی انسان کے لئے وہی کچھ ہے جو اس نے کمایا، یا جس کی اس نے سعی کی یا جس کی اس نے کوشش کی، تو کسی کا ایصال ثواب کرنا کسی کو کیا فائدہ دے سکتا ہے؟ کیونکہ اس کے لئے تو وہی کچھ ہے جس کی اس نے سعی کی) کا جواب علامہ سید احمد سعید کاظمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (متوفی ۱۹۸۶ء)، ماہنامہ ''قائد'' ملتان شمارہ بابت رمضان المبارک ۱۳۶۹ھ/ جولائی ۱۹۵۰ء میں دے چکے ہیں، یہی مضمون ماہنامہ ''السعید'' ملتان شمارہ شوال ۱۴۱۵ھ/ مارچ ۱۹۹۵ء میں صفحہ ۵۹ تا ۶۹ پر شائع ہو چکا ہے۔

فرقہ کان دھلویہ

حبیب الرحمن کان دھلوی کا تعارف

ان فرقوں میں ایک فرقہ کان دھلویہ ہے، اس کے سربراہ حبیب الرحمٰن صدیقی کان دھلوی (کراچی) ہیں، یہ مولوی اشفاق الرحمٰن کان دھلوی دیوبندی کے فرزند ہیں۔

کراچی کے مولوی ابو جابر عبداللہ دامانوی (وھابی غیر مقلد) ان کے متعلق لکھتے ہیں:

''اگرچہ کھلے طور پر تو منکر حدیث نہیں لیکن ان کا رجحان بھی انکار حدیث ہی کی طرف ہے، کیونکہ جو صحیح حدیث بھی ان کے باطل نظریات کے خلاف ہو وہ اس میں خوامخواہ کیڑے نکال کر اسے ضعیف قرار دے دیتے ہیں، یہ گروہ ناصبیت کا بھی زبردست علمبردار ہے، اور (حضرت) علی اور اہل بیتِ رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی فضیلت میں آئی ہوئی کوئی صحیح حدیث بھی انہیں ایک آنکھ نہیں بھاتی اور یہ اسے ضعیف قرار دے دیتے ہیں، اس گروہ نے اب صحیحین (بخاری ومسلم) کی احادیث پر بھی ہاتھ صاف کرنا شروع کر دیا ہے، چنانچہ اس گروہ کی ایک سرکردہ شخصیت حبیب الرحمٰن کان دھلوی صاحب ہیں، جنہوں نے مذہبی داستانیں، عقیدہ ایصال ثواب قرآن کریم کی نظر میں، وغیرہ کتابیں لکھی ہیں اور انہوں نے صحیح بخاری کی اہمیت کو نہ صرف ختم کرنے کی کوشش کی ہے بلکہ اسے زیر تصنیف اور نامکمل کتاب بھی قرار دیا ہے''۔

پھر حاشیہ میں لکھتے ہیں:

''اس گروہ میں عزیز احمد صدیقی (کراچی) تو کھلے منکر حدیث ہیں اور وہ احادیث کا مذاق تک اڑاتے ہیں، ان کے علاوہ دوسرے افراد میں سے محمود احمد عباسی، حبیب الرحمٰن کان دھلوی (کراچی)، حکیم فیض عالم صدیقی (جہلم)، محمد عظیم الدین (کراچی) وغیرہ شامل ہیں''۔[۸]

غیر مقلدین کے مشہور محقق مولانا ارشاد الحق اثری (فیصل آباد) منکرین حدیث کا تعارف کراتے ہوئے لکھتے ہیں:

''اسی فکر ناہموار کا ایک ادارہ المورد ہے، جس کے سربراہ جناب جاوید غامدی صاحب ہیں، جو کسی حیلے بہانے سے اپنے افکار کے اظہار کا کوئی موقعہ ہاتھ سے نہیں جانے دیتے، چنانچہ انہوں نے اسی ''مذہبی داستانیں'' کے حوالے سے ''روایات تحقیق'' کے عنوان سے ایک مضمون اپنے ماہنامہ ''اشراق'' شمارہ نمبر۴، جلد۴، شعبان ۱۴۰۸ھ/ اپریل ۱۹۸۸ء میں شائع کرایا، اشراق میں یہی مضمون پڑھ کر جناب مولانا امین احسن اصلاحی صاحب نے فرمایا کہ میں نے زندگی میں صرف دو آدمی اس لفظ علامہ کے مستحق دیکھے ہیں، ایک علامہ عباسی مرحوم اور دوسرے علامہ حبیب الرحمٰن صاحب، اور جب انہوں نے براہ راست ''مذہبی داستانیں'' کا مطالعہ کیا تو اپنے حلقہ احباب سے فرمایا:

''سب سن لو اگر تم نے ان کتابوں کو جگہ جگہ پھیلانے میں کوتاہی کی تو تم اللہ کے مجرم ہو گے'' (مذہبی داستانیں، جلد:۳، ص:۶)

اس سے آپ اس ''اصلاحی برادری'' کے غیر اصلاحی افکار و نظریات کا اندازہ کر سکتے ہیں، اصلاح کے نام پر فساد، تحقیق کے نام پر تلبیس اور تعمیر کے نام پر تخریب کے ان علمبرداروں سے ہم یہی عرض کریں گے کہ لا تفسدوا فی الارض بعد اصلاحہا۔[۹]

ابو جابر عبداللہ دامانوی غیر مقلد درج ذیل عنوان کے تحت لکھتے ہیں:

کان دھلوی صاحب اسماء الرجال کے میزان میں:

''کان دھلوی صاحب چونکہ بقلم خود ''امام الحدیث'' بھی ہیں، اور اسماء الرجال کا علم بھی حدیث کے راویوں اور محدثین کے ثقہ اور غیر ثقہ ہونے اور ان کی عملی زندگیوں ہی سے بحث کرتا ہے اور اسماء الرجال کی کتابوں میں راویوں کی ایک ایک خوبی اور خامی چن چن کر نقل کی جاتی ہے، اس لئے ضرورت محسوس ہوئی کہ اس خود ساختہ 'امام الحدیث' کی ثقاہت کا بھانڈا ابھی بیچ چوراہے میں پھوڑ دیا جائے، تاکہ لوگ اس نقلی امام الحدیث اور محقق سے ہوشیار ہو جائیں، موصوف ایک راوی شہر بن حوشب (رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ) کے متعلق فرماتے ہیں:

''ابو بکر الکرمانی کا بیان ہے کہ یہ بیت المال میں ملازم تھا، اس نے اس میں سے چند درہم چرالئے جس پر ایک شاعر نے اس کی مذمت میں شعر بھی کہے''۔

کان دھلوی صاحب آگے فرماتے ہیں!

''عباد بن منصور کا بیان ہے کہ یہ میرے ساتھ حج کو گیا، اس نے میری تھیلی چرالی، گویا یہ عادی چور تھا''۔

(مذہبی داستانیں، جلد۲، صفحہ ۲۴۸)

دوسرے مقام پر (کان دھلوی) موصوف اس واقعہ پر تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''یہ کوئی نیا واقعہ نہ تھا یہ حرکت تو وہ اکثر کرتا رہا ہے''۔

آگے فرماتے ہیں:

''گویا اس روایت کی سند میں ایک چور اور تین رافضی اور کذاب موجود ہیں''۔ (مذہبی داستانیں، ج۲ ص۱۴۲)

کان دھلوی صاحب کی کتاب ''مذہبی داستانیں'' سے مندرجہ بالا اقتباس لکھ کر مولوی ابو جابر عبداللہ دامانوی غیر مقلد (کراچی) لکھتے ہیں:

''حضرت شہر بن حوشب رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ پر چوری کا الزام ثابت نہیں کیونکہ تھیلی چھپانے والے واقعہ کی سند منقطع ہے۔

(سیر اعلام النبلاء، ج۴ ص۳۷۵)

عباد بن منصور بذات خود ضعیف ہے، ملاحظہ ہو تہذیب التہذیب اور پھر اس کا حافظہ بھی متغیر ہو گیا تھا، لہذا شہر پر چوری کا الزام غلط ہے، دو گواہوں کی گواہی کے بغیر ایک ضعیف الحفظ، مختلط شخص جو شیطان سے بھی روایتیں کرتا تھا کیونکر شہر کے خلاف حجت بن سکتا ہے؟ شہر بن حوشب پر بغیر تحقیق اور چھان بین کے موصوف

نے چوری کا الزام عائد کیا۔ لیکن کیا موصوف بھی کبھی چوری کے مرتکب ہوئے ہیں؟ آیئے ماضی میں جھانک کر دیکھیں کہ کیا واقعی یہ الزام درست ہے؟ چنانچہ موصوف نے بھی ڈاکٹر مسعود الدین عثمانی صاحب کی لائبریری سے کتابیں چوری کر کے بازار میں فروخت کی ہیں اور اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ حزب اللہ کے قیام سے پہلے ڈاکٹر عثمانی صاحب کی تنظیم کا نام ادارۂ توحید وسنت تھا اور ڈاکٹر صاحب نے تحقیقی کام کے لئے موصوف کی خدمات حاصل کر رکھی تھیں، موصوف ناظم آباد نمبر ۴ کی مسجد توحید میں قائم لائبریری میں بیٹھ کر تحقیق فرماتے رہتے تھے، اس سلسلہ میں انہوں نے ایک آدھ مضمون بھی لکھا تھا جو کسی وجہ سے چھپ نہ سکا، موصوف نے اس لائبریری سے بعض کتابیں چوری کر کے بازار میں فروخت کر دی تھیں جن میں سے کئی کتابیں جونا مارکیٹ کے واحد بک ڈپو سے برآمد ہوئی تھیں اور جنہیں دیکھنے کے لئے ڈاکٹر صاحب کے ہمراہ پروفیسر کمال عثمانی اور راقم الحروف بھی گئے تھے، اب بتایئے کہ شہر بن حوشب جن پر چوری کا الزام بھی ثابت نہیں) زیادہ بُرے ہیں یا موصوف؟ اس کے علاوہ موصوف کی ذاتی زندگی بھی محدثین کرام کے شب و روز سے یکسر مختلف ہے، موصوف نماز کے بھی پورے طور پر پابند نہیں ہیں، ممکن ہے کہ موصوف کے نزدیک پانچ نمازیں ثابت نہ ہوں اور ان کے دوست محمود احمد عباسی صاحب ان سے بھی دو قدم آگے تھے، گویا ان پر تو نماز فرض ہی نہ تھی، عباسی صاحب سے ایک مرتبہ مجھے بھی گفتگو کرنے کا موقع ملا، اور دوران گفتگو جب میں نے صحیح بخاری کی ایک حدیث کا ذکر کیا، تو اس کے جواب میں انہوں نے برجستہ کہا: ''امام بخاری گدھے نے یہ ویسے ہی ذکر کر دی ہے۔'' (معاذ اللہ)

ظاہر کہ جس شخص کے دل میں محدثین کرام کا معمولی سا احترام بھی نہ ہو تو وہ دین اسلام کی کیا خدمت کر سکتا ہے؟ اور جو شخص سلف صالحین کو گدھا سمجھتا ہو تو خود اس کے گدھا ہونے میں کیا شک باقی رہ جاتا ہے، اس کے علاوہ عباسی صاحب کی داڑھی بھی برائے نام تھی، خیر یہ تو ایک جملہ معترضہ درمیان میں آ گیا تھا۔ کان دھلوی صاحب کے ہاں پردہ کا رواج بھی غالباً ختم ہو چکا ہے اور سگریٹ نوشی کی تو موصوف کو لت لگی ہوئی ہے، اب ایسا شخص اگر محدثین پر کیچڑ اچھالے یا احادیث کے متعلق کوئی جدید انکشاف کرے تو اس کی بات میں کیا وزن ہو سکتا ہے؟ علاوہ ازیں موصوف ناصبیت کے بھی زبردست علمبردار ہیں اور (حضرت) علی اور اہل بیت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت میں آئی ہوئی کوئی بھی حدیث انہیں ایک آنکھ نہیں بھاتی، اور ان روایتوں کا موصوف وہ حشر کرتے ہیں کہ الامان والحفیظ''۔ [۱۰]

فرقہ مسعودیہ

مسعود احمد بی، ایس، سی

مولانا عبداللہ بہاولپوری غیر مقلد لکھتے ہیں:

''کراچی کیا عجیب شہر ہے جہاں رنگ برنگ کی دنیا آباد ہے جہاں کفر والحاد کا بھی زور ہے اور اسلام کا بھی شور ہے، ترقی کا یہ عالم ہے کہ وہاں کفر بھی ننگا ہے کوئی شرم وننگ نہیں، اسلام بھی کئی رنگا ہے کوئی ایک رنگا نہیں، لوگ تو کراچی کی جماعت غرباء (اہلحدیث) پر تعجب کرتے تھے کہ انہوں نے غرباء نام رکھ لیا ہے، کراچی میں دو مسعود ایسے اُٹھے کہ ایک نے جماعت المسلمین بنا کر باقی کو جماعت الکافرین بنا دیا، دوسرے نے حزب اللہ بنا کر باقی کو حزب الشیطان ٹھہرا دیا، ایک کو کوئی مسلمان نظر نہیں آتا اور اس کی نظر میں سب کافر ہیں، دوسرے کو کوئی موحد نظر نہیں آتا، اس کی نگاہ میں سب مشرک ہیں،، اتفاق یہ ہے کہ ہیں دونوں مسعود، ایک کو کافر بنانے کی سعادت حاصل ہے، دوسرے کو مشرک، کمال یہ ہے کہ ہیں دونوں جاھل، عالم ان دونوں میں سے کوئی نہیں، ایک ایم. بی. ایس ہے، دوسرا بی. ایس. سی، ایک کو مسعود عثمانی کہتے ہیں، دوسرے کو مسعود بی ایس سی، دونوں کراچی میں مسلمانوں کے لئے فتنہ بنے ہوئے ہیں، کراچی کی سرزمین بھی کیسی مردم خیز ہے جو ایسے ایسے مسعود اُگاتی ہے جو فتنہ انگیز ہیں۔

آج ہم جماعت المسلمین والے مسعود کا ذکر کرتے ہیں، یہ حضرت پہلے کسی دفتر میں ملازم تھے جب حکومت نے ریٹائر کر دیا تو جماعت المسلمین کا پانسہ ڈال کر امام المسلمین بن گئے جو تمہید ہے خلیفۃ المسلمین بننے کی، پہلے وہ اہل حدیث تھے، جب سے انہوں نے جماعت المسلمین بنائی اہلحدیث کے مخالف ہوگئے ہیں، اب وہ اپنی جماعت کی خیر و بقا اہلحدیث کی مخالفت میں ہی سمجھتے ہیں اس لئے دن رات اہلحدیث کے خلاف پراپیگنڈہ کرتے رہتے ہیں، انہوں نے جماعت المسلمین تو بنالی اب اس کو پالیں تو کیسے، باہر سے تو کوئی ان کے جال میں پھنستا نہیں، پھنسے تو کوئی بے خبر اہلحدیث ہی پھنسے، باہر والے تو ان کو سر پھرا اہلحدیث اور بگڑا ہوا اہلحدیث ہی سمجھتے ہیں، اس لئے کہ وہ آمین رفع الیدین کرتے ہیں اور آمین اور رفع الیدین ہی آج کل اہل حدیثوں کی بڑی نشانی ہے، مسعود صاحب چونکہ بگڑے ہوئے اہلحدیث ہیں اس لئے ان کی بگڑی ہوئی رفع الیدین ہے جو ان کے ساتھ ہی خاص ہے وہ اہلحدیث کو ہی اپنے لئے میدان سمجھتے ہیں اور اہلحدیث کو ہی اپنے لئے ہوا جانتے ہیں کہ اگر کوئی ٹوٹا تو اہلحدیث ہی ٹوٹے گا اور اگر کوئی میرا توڑے گا تو وہ بھی اہلحدیث کرے گا اس لئے ان کو اہلحدیث سے ہی ڈر رہتا ہے اور اہلحدیث ہی سے امید، وہ اپنی جماعت المسلمین کی ساکھ بنانے کے لئے اہلحدیث پر بھی اعتراضات کرتے رہتے ہیں، کبھی وہ اہلحدیث نام پر اعتراضات کرتے ہیں اور کبھی اہلحدیث جماعت پر، کبھی بعض فقہی مسائل اہلحدیث کے سر تھوپ کر ان پر طبع آزمائی کرتے ہیں، خود مجتہد بن جاتے ہیں اور اہلحدیث کو مقلد بنا دیتے ہیں، فقہی اصول ان کے اپنے ہیں جن کے تحت وہ نت نئے مسائل گھڑتے رہتے ہیں، بظاہر وہ قیاس کے مخالف ہیں لیکن جب مطلب ہوتا ہے تو ابلیسی قیاس سے بھی دریغ نہیں کرتے۔[۱۱]

مولوی اسماعیل ذکریا محمدی غیر مقلد لکھتے ہیں:

''یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ مسعود احمد صاحب کسی بھی دینی استاد عالم دین کے شاگرد نہیں ہیں جو کچھ خود پڑھا سمجھا حرف آخر جانا، جب سے عزیز آباد (کراچی) آباد ہوا، انہوں نے جماعت المسلمین (اہلحدیث) کو فعال دکھانے کے لئے نماز عید کا اجتماع علی آباد کے میدان میں کرنا شروع کر دیا اور اپنی علمیت کا اظہار کرنے کے لئے امامت کے فرائض خود ہی انجام دینا شروع کر دیئے، مگر علاقہ کے اہلحدیث ان کے علمی معیار کو جانتے تھے اس لئے مسجد بیت الاسلام کی انتظامیہ سے مطالبہ کیا کہ آپ لوگ عیدین کا کسی مستند عالم دین کی زیر امامت انتظام کیوں نہیں کرتے، اس لئے مطالبہ کو پیش نظر رکھتے ہوئے ۱۹۷۶ء کو غریب آباد ریلوے کراسنگ کے قریب کے ایم سی پارک میں مولانا قاری عبدالخالق رحمانی کی زیر امامت انتظام کیا گیا جس کی وجہ سے تمام مقامی اہلحدیث حضرات نے کے ایم سی پارک میں نماز عید ادا کر لی۔ اب مسعود صاحب نے اپنی عیدگاہ کو خالی دیکھا تو صدمہ کی وجہ سے حواس کھو بیٹھے...... چاہئے تو یہ تھا کہ جماعت کو ٹکڑے ٹکڑے کرنے کی بجائے خود اکثریت کا فیصلہ تسلیم کرتے اور اپنی عید کا اجتماع ختم کر دیتے، الٹا یہ کہنا شروع کر دیا کہ جب اہلحدیث کی نماز میرے پیچھے نہیں ہوتی تو میری بھی ان کے پیچھے نہیں ہوتی''۔[۱۲]

ایک غیر مقلد محقق لکھتے ہیں!

''کراچی کی ''جماعت المسلمین'' جس کے بانی مسعود بی.ایس.سی صاحب ہیں، بیسویں صدی کا ایک نیا فتنہ ہے جس کا نشانہ اہل حدیث ہیں۔ پہلے مسعود صاحب اہل حدیث تھے اور اپنا مذہبی کاروبار چلاتے تھے، جب ذرا ان کا کاروبار چل نکلا تو مزید ترقی کے لئے انہیں نئی جماعت بنانے کا شوق چرایا، چنانچہ ۱۳۸۵ھ میں انہوں نے ''جماعت المسلمین'' نام کی ایک نئی جماعت کی بنیاد رکھ دی، جب دیکھا کہ اہل حدیث میں رہ کر یہ نومولود جماعت پنپ نہیں سکتی تو جماعت اہل حدیث سے علیحدہ ہوگئے اور ہر چیز کو اہل حدیث سے علیحدہ کر لیا، حتیٰ کہ اپنی نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ وغیرہ سب کو مسلمین بنایا

اور صلوٰۃ المسلمین، زکوٰۃ المسلمین وغیرہ نام رکھے''۔[۱۳]

ابو جابر عبداللہ دامانوی غیر مقلد لکھتے ہیں!

''موصوف نے پہلی مرتبہ جماعت المسلمین (اہل حدیث) کے نام ۱۳۸۵ھ میں اپنی جماعت کی بنیاد رکھی تھی اور پھر دوسری مرتبہ اہل الحدیث سے بالکل کٹ کر ۱۳۹۵ھ میں اپنی جماعت کی دوبارہ بنیاد رکھی، چنانچہ موصوف لکھتے ہیں:

''انتباہ: ہم نے جماعت کی بنیاد ۱۳۸۵ھ میں ڈالی تھی اور یہ کہ ہمارا اس جماعت سے تعلق ہے حالانکہ یہ ایک الزام ہے وہ جماعت ختم ہوچکی ہے ہمارا اس جماعت سے کوئی تعلق نہیں وہ ایک فرقہ کی ذیلی جماعت تھی اور اب ہم فرقہ واریت سے تائب ہو کر مسلم ہوچکے ہیں''۔

ایک دوسرے مقام پر لکھتے ہیں:

''اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ ہم ۱۳۹۵ھ میں اللہ تعالیٰ کی بنیاد ڈالی ہوئی جماعت میں شامل ہوگئے''۔

(جماعت المسلمین کے متعلق غلط فہمیاں، مصنفہ مسعود احمد)

اس جماعت کی بنیاد موصوف نے ۱۳۹۵ھ میں رکھی لیکن موصوف کا یہ دعویٰ ہے کہ ان کی جماعت کی بنیاد اللہ تعالیٰ نے رکھی ہے، اب یہ بات موصوف کو کیسے معلوم ہوئی، تو موصوف ہی کے ذمے اس کی وضاحت کرنا ہے؟ وہی بتائیں گے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی جماعت کی بنیاد کس طرح رکھی؟''۔[۱۴]

سید وقار علی صاحب غیر مقلد (پشاور) لکھتے ہیں:

''اسی (۸۰) فیصد اراکین جماعت مسعود احمد کا حال یہ کہ صلاۃ الفجر ہمیشہ قضا پڑھتے ہیں اور باقی نمازیں بھی اپنے وقت سے آگے پیچھے ہوہی جاتی ہیں، پچاس فیصد کا یہ حال ہے کہ صرف رجسٹرڈ مسلمین میں حاضری لگانے کی خاطر صلوۃ الجمعہ باقاعدگی یا بے قاعدگی سے پڑھ لیتے ہیں اور باقی نمازوں کا اللہ ہی حافظ ہے۔

ایسے ہی ایک صاحب کا ذکر کرتا چلوں پشاور شاخ سے تعلق رکھتے ہیں، داڑھی منڈواتے ہیں، چادر ٹخنوں سے نیچے رکھتے ہیں، صلوۃ الجمعہ میں اکثر غیر حاضر رہتے ہیں اور ان کے بڑے بھائی کی اطلاع کے مطابق باقی نمازیں بھی نہیں پڑھتے، بس بیعت کر کے مسلمین کی فہرست میں اپنا نام لکھوا چکے ہیں، جب تک میں جماعت المسلمین میں تھا تو مجھ سے بڑی عزت واحترام عقیدت سے ملتے تھے جماعت چھوڑنے کے تقریباً ایک ہفتہ بعد ہی ان سے اس حال میں ملاقات ہوئی کہ صلوۃ الجمعہ پڑھنے کے بعد تازہ شیو کیے ہوئے ننگے سر ازار ٹخنوں سے نیچے لٹکائے ہوئے جی۔ٹی روڈ پر سگریٹ کے کش لگاتے ہوئے فضا میں دھواں اگلتے ہوئے لطف وسرور کی حالت میں خراماں خراماں چلے آرہے تھے، جب میرے نزدیک آئے تو میں رک گیا کہ شاید دعا سلام کریں انہوں نے میری طرف اک نگاہ جلال وغضب کی ڈالی اور پھر نخوت وتکبر سے منہ پھیر کر چلے گئے میرے ساتھ جو ساتھی تھے انہوں نے کہا یہ شخص مسعود احمد صاحب پر ایمان لے آنے کے بعد بالکل مطمئن ہے کہ میں جو کچھ بھی کروں میں جنت میں جانا ہی جانا ہے۔

مسعود صاحب کے مذہب میں ننگے سر باہر پھرنا منع ہے لیکن ان کی اکثریت ننگے سر بازاروں میں پھرتے ہیں اور جب اپنے امراء وتنظماء کے پاس آتے ہیں تو جیب سے ٹوپی نکال کر سر پر رکھ لیتے ہیں اسی طرح جن کے ازار ٹخنوں سے نیچے رہتے ہیں موقع کی مناسبت سے وہ بھی ازار اونچے کر لیتے ہیں اور بعد میں نیچے کر لیتے ہیں۔

برکت اللہ صدیقی (غیر مقلد) لکھتے ہیں:

''جب امیر صاحب اپنے گھر سے باہر نکلتے ہیں تو اسلام پر عمل شروع ہو جاتا ہے اور جیسے ہی وہ واپس جاتے ہیں اسلام لپیٹ کر ایک طرف رکھ دیا جاتا ہے''۔[۱۵]

فرقہ عثمانیہ

ڈاکٹر مسعود الدین عثمانی

ابو جابر عبداللہ دامانوی (غیر مقلد) نے ڈاکٹر مسعود الدین

عثمانی کی بے نام جماعت کو فرقہ عثمانیہ ہی لکھا ہے۔[۱۶]

یہی ابو جابر عبداللہ دامانوی لکھتے ہیں:

"ڈاکٹر عثمانی نے اس وقت جو سب سے بڑا فتنہ برپا کر رکھا ہے وہ فتنۂ تکفیر ہے، سلف صالحین کو وہ جس طرح دائرہ اسلام سے خارج کرتے جارہے ہیں ڈر ہے کہ ان کا اگلا وار صحابہ کرام پر نہ ہو یہ حقیقت ہے کہ دین اسلام کو ایسے پاگلوں نے جو نقصان پہنچایا ہے وہ کفار مشرکین بھی نہ پہنچا سکے"۔[۱۷]

"موصوف نے محدثین کے سرخیل حضرت امام احمد بن حنبل پر عذاب قبر کے سلسلے میں کفر کا فتویٰ لگایا ہے اور دیگر محدثین کو بھی جن میں سے بعض کا نام لے کر اور بعض کو اشارۃً کافر قرار دے دیا ہے کیونکہ انہوں نے بھی امام احمد بن حنبل کی راہ کو اختیار کر لیا تھا، تابعین، تبع تابعین اور محدثین کے علاوہ موصوف نے بعض صحابہ کرام پر بھی فتوے لگائے مثلاً حضرت عمرو بن العاص منکر نکیر کے سوال و جواب کو ارضی قبر ہی سے متعلق مانتے تھے اور اسی عقیدہ پر ان کی وفات ہوئی اور چونکہ ایسا عقیدہ موصوف کے نزدیک کفر ہے اس لئے موصوف نے ان کی وفات سے پہلے کی بصیرت افروز وصیت کو بحرانی کیفیت قرار دے دیا، گویا صاف الفاظ میں نہیں بلکہ دبے الفاظ میں موصوف نے انہیں بھی کافر قرار دے دیا (معاذ اللہ) اسی طرح حضرت عمر فاروق پر یہ فتویٰ لگایا کہ ان پر شیطان کا وار ہوا، (معاذ اللہ) حالانکہ فاروق اعظم وہ صحابی رسول ہیں جن کے متعلق زبان نبوت نے گواہی دی ہے کہ شیطان اس راستے سے گزرنے کی بھی جرأت نہیں کرتا جس پر یہ بندہ حق رواں دواں ہوتا ہے، شیطان کا ان پر وار کرنا تو بڑی بات ہے، اسی طرح موصوف حضرت بریدہ اسلمی سے بھی ناراض ہیں۔

امام احمد بن حنبل پر جس وجہ سے کفر کا فتویٰ داغا گیا وہ یہ ہے کہ وہ تُعَادُ رُوْحُهٗ فِیْ جَسَدِہٖ کے قائل تھے اور موصوف کے عقیدہ کے مطابق قیامت سے پہلے میت میں روح نہیں لوٹ سکتی، لہٰذا جو بھی یہ عقیدہ رکھتا ہے وہ موصوف کے نزدیک کافر ہے"۔[۱۸]

ابو جابر عبداللہ دامانوی لکھتے ہیں:

"یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ ڈاکٹر عثمانی نے آخر یہ انتہائی قدم کیوں اُٹھایا اور سلف صالحین پر کفر و شرک کے کھلے فتوے لگانے کیوں شروع کر دیئے، حالانکہ وہ اس سے پہلے جماعت اسلامی، تبلیغی جماعت اور علماء دیوبند میں سے بعض کی قابل اعتراض عبارات پر دبے الفاظ میں شرک کے فتوے لگایا کرتے تھے، لیکن ممکن ہے ان پر فتویٰ لگانا معاصرانہ چشمک کا نتیجہ ہو، مگر سلف صالحین پر کفر و شرک کے فتوے لگانے کی کیا وجہ ہو سکتی ہے؟ تو ہم نے کافی سوچ بچار کے بعد اس سوال کے مضمرات کا اچھی طرح سے جائزہ لیا ہے اور اس کی ایک وجہ ہماری سمجھ میں یہ آئی ہے۔

اصل میں موصوف کی زندگی میں ایک ایسا واقعہ رونما ہوا ہے جس نے اُن کے دماغ کی چولیں تک ہلا کر رکھ دیں، اور اس واقعہ کے بعد ہی اس نے سلف صالحین پر فتوے لگانے والی مہم کا آغاز کیا، یہ واقعہ ان کی بیوی کی موت کا حادثہ تھا، موصوف کی نگاہ میں ایک ہی شخصیت ایسی تھی جنہیں وہ دنیا کی ہر چیز سے زیادہ محبوب رکھتے تھے اور ان کی اس محبت کی جھلک ہمیں ان کے روزمرہ کے معمولات میں بھی کبھی کبھی نظر آجاتی تھی، موصوف کے لئے یہ صدمہ ناقابل برداشت اور ایک عظیم المیہ تھا، موصوف کی یہ خوش قسمتی تھی کہ ان کا ذہنی توازن نہیں بگڑا ورنہ ایسے موقعوں پر لوگوں کے ذہنی توازن بگڑ جایا کرتے ہیں، البتہ اس حادثہ نے ان کے دماغ کو ایک حد تک متاثر ضرور کیا۔

موصوف کی زوجہ محترمہ جماعت اسلامی کی رکن اور حلقہ کیماڑی کی ناظمہ بھی تھیں، موصوف کے تینوں صاحبزادگان بھی جماعت اسلامی سے والہانہ عقیدت رکھتے ہیں اور اس کے ساتھ وابستہ ہیں، جب کہ موصوف کو جماعت اسلامی سے سخت نفرت ہے مگر اس کے باوجود موصوف نے اپنی زوجہ محترمہ کو موت کے مُنہ میں جاتے دیکھ لیا مگر جماعت اسلامی کے پنجے سے اسے آزاد نہ کرا سکے، یہی وجہ ہے

اُن کی موت کے دوسرے دن روزنامہ جنگ کراچی میں یہ خبر شائع ہوئی کہ جماعت اسلامی رکن اور حلقہ کیماڑی کی ناظمہ کا انتقال ہوگیا ہے، اگر چہ موصوف نے بہت کچھ واویلا مچایا کہ ان کی بیوی نے جماعت سے استعفا دے دیا تھا اور یہ کہ ان کا اب جماعت اسلامی سے کوئی تعلق نہیں رہا اور وہ (میری طرح) موحدہ تھیں، مگر صد افسوس کہ موصوف کا یہ دعویٰ بھی دوسرے بہت سے دعووں کی طرح غلط ہی ثابت ہوا اور جس کا اقرار خود ان کے بہت سے مقلدین کو بھی ہے۔

یہی وہ خاص واقعہ تھا جس نے موصوف کے ذہن کو بُری طرح متاثر کیا، دوسری طرف ان کے صاحبزادگان جماعت اسلامی سے ان کی نفرت کی وجہ سے ان سے بیزار تھے اور کبھی کبھی دبی زبان یہ کہہ دیتے تھے کہ ابا پاگل ہیں اور جیسی تحریک وہ چلا رہے ہیں اس طرح کبھی کوئی تحریک نہیں چلائی جاسکتی، ان ہی باتوں کا نتیجہ تھا کہ موصوف پر بحرانی کیفیت طاری ہوگئی اور انہوں نے پہلی قسط کے بعد توحید خالص دوسری قسط شائع کر کے تمام محدثین کو ٹھکانے لگانے کا سلسلہ شروع کردیا، کیونکہ جب محدثین ہی قابل بھروسہ نہ رہے تو پھر احادیث کب قابل بھروسہ ہوسکتی ہیں۔[۱۹]

ڈاکٹر مسعود عثمانی کے پُرانے ساتھی یہی ابو جابر عبداللہ دامانوی غیر مقلد لکھتے ہیں:

''ہمارا ذاتی تجربہ ہی نہیں بلکہ ہم اس بات پر شاہد بھی ہیں کہ موصوف کسی مستند عالم دین سے کتاب وسنت کی روشنی میں علمی گفتگو نہیں کرسکتے، بلکہ اگر انہیں معلوم ہوجائے کہ کوئی عالم دین ان سے گفتگو کا متمنی ہے تو موصوف وہاں سے کھسک جاتے ہیں، کیونکہ موصوف کا دعویٰ تو یہ ہے کہ وہ کتاب وسنت ہی کے ماننے والے ہیں، مگر علمائے کرام جب ان کے سامنے احادیث صحیحہ بیان کرتے ہیں جو ان کے باطل عقائد ونظریات کے خلاف ہوتی ہیں تو موصوف انکار پر انکار کرتے جاتے ہیں اور سوائے شور وشغف کے ان کے پاس کوئی دلیل نہیں ہوتی''۔[۲۰]

فرقہ عباسیہ ناصبیہ

محمود احمد عباسی امروہوی

مشہور محقق حکیم سید محمود احمد برکاتی صاحب (کراچی)، محمود احمد عباسی کا تعارف کراتے ہوئے لکھتے ہیں:

''محمود احمد عباسی صاحب سے میرا تعارف پاکستان آکر غالباً ۵۴۔۱۹۵۳ء میں ہوا تھا، انہیں کسی کتاب کی ضرورت تھی، اس لئے کسی کی نشان دہی پر میرے یہاں آئے تھے، جب یہ معلوم ہوا کہ وہ ہمارے استاد، امام الطب حکیم فرید احمد عباسی مرحوم مغفور (متوفی ۱۹۶۲ء) کے چھوٹے بھائی ہیں تو ایک قرب کا پہلو نکل آیا اور طرفین کی آمد ورفت شروع ہوگئی۔

کچھ ہی دنوں بعد ان کی کتاب (خلافت معاویہ ویزید) کے چرچے علمی حلقوں میں شروع ہوئے مگر مطالعے کی لت کے باوجود مجھے اس کتاب کے مطالعے کی اکساہٹ نہیں ہوئی، کیونکہ اہل تسنن اور اہل تشیع کے اختلافات میرا موضوع فکر ومطالعہ ہیں نہ میری افتادِ مزاج کو خلافیات سے کوئی مناسبت ہے، بہر حال یہ کتاب نہ پڑھ سکا، مگر ایک بار خود عباسی صاحب مرحوم ہی نے مجھے ''خلافت معاویہ ویزید'' عنایت فرمائی تو اس مطالعے کی لت کے ہاتھوں اس کا مطالعہ کرگزرا اور خلاف مزاج پاکر الماری میں سجادی اور یوں عباسی صاحب کے افکار وآراء کا تعارف حاصل ہوگیا، لیکن اس موضوع پر ان سے گفتگو کی کبھی نوبت نہیں آئی، حالانکہ انہوں نے بارہا سلسلہ چھیڑا، مثلاً ایک بار انہوں نے فرمایا تم حسنی سید ہو یا حسینی؟ میں اس سے پہلے کئی حضرات سے سن چکا تھا کہ وہ شجروں اور انساب پر گفتگو کرتے ہیں، اس لئے تڑاخ سے جواب دیا کہ میں نے آپ سے کب کہا ہے کہ میں سید ہوں؟ اس پر وہ خاموش ہوگئے، اسی طرح میں نے جب سرسید مرحوم کی کتاب ''سیرت فریدیہ'' ایڈٹ کی اور اس کے مقدمہ میں سرسید کے سیاسی کردار پر تنقید کی تو عباسی صاحب ایک روز فرمانے لگے، کل ہمارے ایک دوست کہہ رہے تھے کہ تمہارے عزیز (میری طرف اشارہ تھا) نے تمہارے مقتداء (سرسید) پر بڑی سخت تنقید کی

ہے، تو میں نے برجستہ جواب دیا کہ جی ہاں وہ صاحب مجھ سے بھی کہہ رہے تھے، مگر میں نے ان سے کہہ دیا کہ عباسی صاحب نے ہمارے نانا (سیدنا حسین رضی اللہ عنہ) کو نہیں بخشا تو ہم ان کے مقتداء کو کیوں بخشتے، اس پر وہ بڑی دیر تک ہنسے اور بات آئی گئی ہوئی۔

عباسی صاحب سے ان ملاقاتوں میں مجھے اندازہ ہوا کہ وہ معمولی صلاحیتوں کے آدمی تھے، عربی غالباً بالکل نہیں جانتے تھے، فارسی پر بھی عبور نہیں تھا، میں نے ان کو فارسی کی غلط عبارتیں پڑھتے کئی بار سنا ہے، تحریر کا کام بھی وہ مسلسل نہیں کرتے رہے، آغاز عمر میں ''تاریخ امروہہ''، ''تحقیق الانساب'' اور ''تذکرۃ الکرام'' لکھی تھیں، اس کے بہت عرصہ بعد ۷۰ سال سے زیادہ عمر میں ''خلافت معاویہ ویزید'' لکھی، اس کتاب کے سلسلے میں ان کو متعدد اہل علم وقلم کا تعاون حاصل رہا، جن میں سے ایک نام کے متعلق مجھے تحقیق ہے اور وہ ہے مولانا تمنا عمادی کا نام، جو ان کے لئے کتب تاریخ سے اقتباسات اور ان کے ترجے لکھ کر بھیجا کرتے تھے، ایک بار وہ عباسی صاحب کے یہاں چند روز مقیم بھی رہے، اور وہاں میں نے بھی انہیں یہی کام کرتے دیکھا ہے۔

دوسرا تاثر میرا یہ تھا کہ وہ اپنی تحریک کے سلسلے میں مخلص نہیں تھے، زبان وقلم سے ردّ شیعت کے باوجود اہل تشیع سے ان کے گونا گوں مراسم تھے، ایک بار میں پہنچا تو چند نامور شیعہ اہل قلم ان کے یہاں بیٹھے تھے اور بڑا پُر تکلف ناشتہ کررہے تھے اور بہت اپنائیت کی باتیں ہورہی تھیں، ان کے جانے کے بعد از خود صفائی کرنے لگے کہ ان بچوں سے وطن ہی سے مراسم ہیں، بڑی محبت کرتے ہیں، میرا بڑا لحاظ کرتے ہیں، میں نے جی کہہ کر بات ٹال دی کہ مجھے اس سے کیا دلچسپی؟

اسی طرح ایک بار انتخاب میں انہوں نے ایک شیعہ امیدوار کو ووٹ دیا اور میرے سامنے ایک صاحب کے سوال کے جواب میں اس کی وجہ یہ بتائی کہ اس کے خاندان سے قدیم مراسم ہیں اور میں اسے اہل بھی سمجھتا ہوں، ایک بار ان کی اہلیہ محترمہ جو مجھ پر بڑی شفقت فرماتی تھیں، اپنے ایک ہمسائے کی شکایت کرنے لگیں کہ وہ آج صبح انہیں (عباسی صاحب کو) گالیاں دے رہا تھا، اور یزید اور یزید کی اولاد تک کہہ گیا، اس پر میں نے از راہ تفنن کہہ مارا کہ یہ تو آپ کے نقطہ نظر کے پیش نظر مدح ہوئی، قدح نہیں ہوئی، اس پر وہ بہت برہم ہوگئے اور اُٹھ کر دوسرے کمرے میں چلے گئے اور ان کی اہلیہ محترمہ کہنے لگیں کیوں چھیڑتے ہو۔

مطلب یہ ہے کہ میرے خیال میں وہ دل سے یزید اور شیعہ دشمن نہیں تھے بلکہ دانستہ یا نادانستہ کسی اسلام دشمن تحریک یا طاقت کے آلہ کار تھے اور افتراق بین المسلمین کی مہم میں سرگرم تھے، میں نے ان میں شیعت کے مظاہر تو کئی بار دیکھے، مثلاً مجالس تک ان کے یہاں برپا ہوتی تھیں اور ذکر کرتے، روتے اور رُلاتے تھے، مگر ان کی پابندی احکام شریعت کا منظر اور واقعہ میرے علم وذہن میں نہیں ہے، کم از کم میں نے ان کو نماز پڑھتے نہیں دیکھا، نہ کسی سے سنا، تجارت اور معاشی منفعت بھی اس مہم میں یقیناً ان کے پیش نظر تھی، ایک بار نیاز فتحپوری کا ایک خط انہوں نے ایک دوسرے خط کے دھوکے میں مجھے پڑھنے کے لئے دیا، میں بھی جب خط پڑھ چکا تو پتہ چلا کہ یہ وہ مطلوبہ خط نہیں ہے، خط انہیں واپس کیا تو وہ بھی چکرا سے گئے، بہر حال اس خط کا جو مضمون ذہن میں مستحضر ہے کچھ اس قسم کا تھا کہ خوب کتاب لکھی ہے، کچھ ہنگامہ رہے گا، لطف رہے گا، خوب نکل رہی ہوگی، میں نے بھی اس پر تبصرہ لکھا ہے، کتابی شکل میں بھی آئے گا، اسے وہاں نکلوائیں اور اپنی کتاب کے اتنے نسخے تاجرانہ نرخ پر مجھے بھجوائیں کہ تبصرہ پڑھ کر کتاب کی مانگ بھی آئے گی۔

اسی طرح ایک صاحب جو نہ خدا کے قائل تھے نہ مذہب کے، ان سے اپنی تحقیق کا ذکر کرکے چاہتے تھے کہ وہ اپنی رائے دیں، انہوں نے کہا! میری رائے کا کیا کریں گے، میری نظر میں آپ کے حسین اور آپ کے یزید دونوں گھٹیا تھے، عالمی سطح پر ان کی حیثیت نہیں ہے، تاریخ عالم کے اکابرین میں ان کو محسوب نہیں کیا جاسکتا، تخت کے دو معمولی امیدوار لڑ پڑے تھے اور ایک مارا گیا، اس پر عباسی صاحب نے تائید اور مسرت کا اظہار ایک قہقہے سے کیا اور انگریزی میں چند

جملے کہے، جن کا مفہوم یہ تھا کہ بالکل یہی رائے میری اور ہر پڑھے لکھے آدمی (ایجوکیٹڈ) کی ہے، مگر ان صاحب (جنٹل مین) کے سامنے بات نہ کیجئے، یہ لوگ قدامت گزیدہ (آرتھوڈکس) ہوتے ہیں، عباسی صاحب نے مجھے انگریزی سے نابلد سمجھا تھا، میں نابلد ہی بنا رہا اور اجازت چاہی، جو بڑی خوش دلی سے دے دی گئی۔

ان کے مسلک کے بودے پن کے سلسلے میں یہ دلچسپ واقعہ بھی سننے کا ہے، ایک بار معلوم ہوا کہ لاہور سے حکیم حسین احمد صاحب عباسی مرحوم آئے ہوئے ہیں اور محمود احمد عباسی صاحب کے یہاں مقیم ہیں، چنانچہ میں اور میرے رفیق درس اور عزیز دوست حکیم جامی صاحب (جو کہ کوٹری سے حسین میاں سے ملنے کے لئے ہی تشریف لائے تھے) عباسی صاحب کے یہاں پہنچے، حسین میاں تو نہیں ملے، البتہ عباسی صاحب ضرور مل گئے اور حسب عادت وہی موضوع چھیڑ دیا، میں حسب دستور تحمل سے کام لیتا رہا، مگر جامی صاحب تحمل کے قائل نہیں اور ردِّ باطل کے لئے ہمہ وقت آمادہ و مستعد رہتے ہیں اور زبان و بیان تک کی اغلاط کی تصحیح کو جہاد سمجھتے ہیں، چنانچہ عباسی صاحب اسلامی تاریخ کے ماخذ پر گفتگو کر رہے تھے اور ''طبری'' وغیرہ کو نامعتبر بتا رہے تھے، اچانک سیدنا حسین کے لئے فرمانے لگے کہ انہیں خناق کا مرض تھا اور اطباء نے لکھا ہے کہ اس مرض میں مبتلا انسان کی قوت فیصلہ بہت متاثر ہو جاتی ہے۔ اب جامی صاحب کے جہاد کی گھڑی آ گئی تھی، عباسی صاحب سے پوچھا یہ بات کس نے لکھی ہے؟ عباسی صاحب روانی میں کہہ گئے کہ ''طبری'' نے لکھا ہے، اس پر جامی صاحب نے ایک بڑے زہریلے قسم کا طنزیہ سر کیا اور بولے جی ہاں وہی طبری جو نامعتبر ہے، اس پر عباسی صاحب نے اپنے مؤقف کے ضعف کو اپنی برہمی سے قوت میں بدلنا چاہا اور آپے سے باہر ہو گئے، کھڑے ہو کر کہنے لگے میرے بھائی (بابائے طب مرحوم مغفور) کا شاگرد ہو کر مجھ پر تنقید کرتا ہے اور ایسی ہی حواس باختگی کی بہت سی باتیں بڑے جوش غضب کے عالم میں کہہ گزرے، جامی صاحب نے جو ایسے معرکوں کے عادی اور ماہر اور جسمانی صحت سے بھی مایہ دار ہیں، بڑے اطمینان اور ٹھہرے ہوئے لہجہ میں جواب دیا بڑے میاں! پہلے تو بیٹھ جاؤ، ہانپ رہے ہو، پھر تم اس یگانۂ وقت اور باخدا بزرگ (بابائے طب) سے کیا نسبت رکھتے ہو، اور ان سے نسبت جتاتے ہو جس کی تصدیق کا ہمارے پاس کوئی ثبوت نہیں اگر ہے تو اسے ثابت کرو اور اچھے آدمیوں کی طرح معقولیت سے بات کرو، اپنی باتوں کے تضاد کو رفع کرو اور اگر کشتی ہی لڑنا ہے تو لو میں بھی کھڑا ہو جاتا ہوں، (اسی دوران دونوں کی بلند آوازیں سن کر زنانے میں سے ایک نوجوان غالباً نواسہ نکل آیا تھا اسے مخاطب کر کے جامی صاحب نے پچکارتے ہوئے کہا) میاں ابا کی مدد کے لئے صرف تم سے کام نہیں چلے گا اللہ کے فضل سے ۲۵ آدمیوں سے بیک وقت لڑوں گا، وہ نوجوان تو مرعوب ہو کر پیچھے ہٹ گیا، اور میں نے جامی صاحب کی آتش جلال کو سرد کرنے کے لئے کچھ کہنا چاہا تھا کہ جامی صاحب کڑکے! معاف فرمائیے محمود میاں! میں باطل اور گمراہ کن اور بے سرو پا باتیں سن کر آپ کی طرح خاموش ہو جانا اور تردید کے لئے مناسب موقع کا انتظار کرنا گناہ سمجھتا ہوں، اب میں اس شخص کو بھگتنے کے لئے کیا کوٹری سے پھر کبھی آؤں گا یا یہ مجھے معقول جواب دے ورنہ میں (اپنے بھرے بازو دکھاتے ہوئے) ان کو حرکت میں لاؤں گا، عباسی صاحب یہ عالم، یہ رنگ دیکھ کر بڑے خوف زدہ اور بدحواس ہو گئے تھے، میں نے اپنے مراسم کے زور پر جامی صاحب کو بجبر التواءِ جہاد پر آمادہ کیا اور ان کو گھسیٹتا ہوا وہاں سے لے آیا۔

عباسی صاحب سے آخری ملاقات یوں ہوئی کہ میرے فاضل دوست جناب اقتدار ھاشمی صاحب اور میں عباسی صاحب کے یہاں گئے، ھاشمی صاحب تاریخ اسلام پر بڑا عبور رکھتے ہیں اور ان کے اور عباسی صاحب کے درمیان کتب مطالعہ کا تبادلہ بھی ہوتا رہتا تھا، عباسی صاحب اور ہاشمی صاحب اسی موضوع (حسین و یزید) پر گفتگو کرنے لگے، میں ایک کتاب ہاتھ میں لے کر وقت گزارنے لگا، مطالعہ سے میری توجہ بلند ہوتی ہوئی آواز نے ہٹائی۔

ایڈیٹ؟ (بیوقوف)

ہاں، ایڈیٹ تھا

علی ایڈیٹ؟ علی ایڈیٹ؟

لیس، علی ایڈیٹ، علی واز ایڈیٹ

اور ہاشمی صاحب جو پاؤں اٹھائے تخت پر بیٹھے تھے پاؤں لٹکا کر جوتا پہنتے ہوئے مجھ سے کہنے لگے، حکیم صاحب! آپ ٹھہریں گے؟ میں تو چلا، اب برداشت کی بات نہیں رہی، میں نے کھڑے ہوتے ہوئے کہا فوراً چلئے، اب یہاں کبھی نہیں آنا ہے توبہ توبہ، اور عباسی صاحب، حکیم صاحب ہاشمی صاحب چیختے رہے مگر ہم وہاں سے نکل آئے اور پھر کبھی وہاں نہیں گئے، یہاں تک کہ عباسی صاحب اس کے دربار میں پہنچ گئے جس کے سامنے ان کا باطن ظاہر ہوگا۔

محمود احمد برکاتی، لالوکھیت کراچی، ۳۰ مارچ ۱۹۸۰ء۔[۲۱]

مفتی ولی حسن دیوبندی جامع العلوم الاسلامیہ کراچی لکھتے ہیں:

''محمود احمد صاحب عباسی مصنف ''خلافت معاویہ ویزید'' و''تحقیق مزید'' وغیرہ سے بندہ لیاقت آباد (کراچی) میں رہنے کی وجہ سے ایک عرصہ سے واقف تھا، شروع شروع میں روافض دشمنی کی قدرے مشترک کی وجہ سے عباسی صاحب سے خاصی دوستی تھی، کبھی کبھی ان کے کہنے پر بعض عربی عبارتوں کے ترجمہ میں مدد بھی دی، اسی طرح بعض کتابوں کے حصول میں معاونت بھی کی، میں یہ سمجھتا تھا کہ روافض کے خلاف عباسی صاحب اچھا کام کر رہے ہیں، بلکہ بعض بزرگوں کی ملاقات عباسی صاحب سے بندہ ہی نے کرائی۔

ایک عاشورہ محرم پر عباسی صاحب کا یہ رنگ بھی دیکھا کہ ان کے مکان پر اچھے خاصے لوگ جمع ہیں اور عباسی صاحب حضرت زینب بنت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا اور ان کی اولا د امجاد کا ذکر کر رہے ہیں اور آنکھوں سے آنسو بہہ رہے ہیں، اس منظر سے میں خاصا متاثر ہوا لیکن کچھ دن کے بعد یہ واضح ہوا کہ موصوف خاصے ناصبی ہیں، ایک بار میرے اور کچھ لوگوں کے سامنے حضرت فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا پر العیاذ باللہ تنقید شروع کر دی اور ہاتھ سے اشارہ کر کے کہا کہ وہ ''اتنی سی تھیں'' یعنی ان کا قد چھوٹا تھا، میں فوراً کھڑا ہو گیا، میں نے عرض کیا کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو جو چیز اذیت دے وہ مجھے بھی اذیت پہنچاتی ہے، آپ کس طرح خاتون جنت کی غیبت کر رہے ہیں، میں نے یہ بھی کہا کہ ''بخاری'' کی حدیث ہے، اس پر وہ بخاری اور دیگر کتب حدیث پر تنقید کرنے لگے اور منکر حدیث کے طرز پر ''احادیث صحاح'' کو ''عجمی سازش'' کہنے لگے، اس سے پہلے میں مشہور منکر حدیث تمنا عمادی کو ان کے یہاں دیکھ چکا تھا وہ ان کے بڑے مداح تھے اور ان کی خود ساختہ تحقیقات کے خاصے معترف تھے، ان واقعات کے بعد بندہ نے عباسی صاحب کے یہاں آنا جانا چھوڑ دیا اور مجھ پر واضح ہو گیا کہ یہ شخص ناصبی اور منکر حدیث ہے''۔[۲۲]

محمود احمد عباسی کے شاگردوں کی فہرست

۱۔ عزیز احمد صدیقی (کراچی)

۲۔ محمد سلطان نظامی (لاہور)

۳۔ ابویزید محمد دین بٹ (لاہور)

۴۔ حکیم فیض عالم صدیقی (جہلم)

۵۔ مولوی محمد اسحاق صدیقی ندوی (کراچی)

۶۔ ثناء الحق صدیقی (کراچی)

۷۔ ابوالخوارج ، ابومعاویہ مولوی عظیم الدین صدیقی (کراچی)۔[۲۳]

محمود عباسی کے نظریات پر بہت سا مواد راقم کے پیش نظر ہے، مگر میرا قلم ایسی دل دکھانے والی باتیں لکھنا نہیں چاہتا، یہ سارے فتنے انہی غیر مقلدین وہابیہ اور دیوبندیوں کے پروردہ ہیں، پہلے تو یہ انہیں پالتے ہیں اور جب یہ انہی کو غرانے لگتے ہیں تو یہ ان سے لاتعلقی کا شور مچا دیتے ہیں، یہی محمود عباسی اور ان کے شاگرد مولوی عظیم الدین کراچی میں مولوی غلام اللہ خاں راولپنڈی اور شاہ بلیغ الدین خارجی کی تقریروں کا پروگرام عرصہ تک مشترک تیار کرتے رہے ہیں، دیوبندی مولوی ہی محمود عباسی کی کتابوں کی تصحیح کرتے رہے ہیں، [۲۴] مولوی غلام اللہ خاں کے بارے میں یہی دیوبندی کہا کرتے

تھے کہ حضرت شیخ القرآن مشرکوں بدعتیوں کی خوب خبر لے رہے ہیں، اپنے مدارس کے طلباء کو دورہ قرآن کے لئے انہی کے پاس راولپنڈی بھیجتے تھے، جب اس پارٹی نے حیات النبی ﷺ کا انکار کر دیا اور علیحدہ ایک فرقہ کی شکل اختیار کر لی تو اب کہتے ہیں کہ نہیں اصل دیوبندی ہم ہیں، یہ مماتی پارٹی گمراہ ہے۔ اسی طرح غیر مقلدین پہلے تو مسعود الدین عثمانی وغیرہ کا ساتھ دیتے رہے کہ ڈاکٹر صاحب توحید کی تبلیغ کر رہے ہیں، جب ڈاکٹر صاحب نے انہی کو مشرک کہنا شروع کر دیا تو اس کے مخالف ہو گئے۔

حوالہ جات

[۱] ابوطاہر زبیر علی زئی، مقدمہ ''الفرقۃ الجدیدۃ، ناشر، جماعۃ المسلمین، فاروق اعظم روڈ، کیماڑی، کراچی ۱۴۱۰ھ/ ۱۹۹۸ء، ص ۵

[۲] سید نذیر نیازی، اقبال کے حضور، مطبوعہ اقبال اکادمی، کراچی، س ن؟ ص ۲۶۱

[۳] مولانا ظفر الدین بہاری، نصرۃ الاصحاب باقسام ایصال الثواب، مطبوعہ تنظیم نوجوانان اہلسنت، جامع مسجد سید نا صدیق اکبر، بازار حکیماں، بھاٹی گیٹ لاہور ۱۴۱۶ھ/ ۱۹۹۵ء، ص ۵

[۴] صابر براری، تاریخ رفتگاں، مطبوعہ ادارہ فکر نو کراچی، ۱۹۸۶ء، ص ۱۲۴

[۵] پروفیسر محمد اسلم، خفتگان کراچی، مطبوعہ ادارہ تحقیقات پاکستان، دانش گاہ پنجاب، لاہور ۱۹۹۱ء، ص ۳۵۱

[۶] الافاضات الیومیہ من الافادات القومیہ، حصہ ششم کا جز دوم، مطبوعہ مکتبہ تالیفات اشرفیہ تھانہ بھون ضلع مظفر نگر (یوپی، ہندوستان) سن طباعت ندارد، ص ۳۲۷، ۳۹۴

[۷] ارشاد الحق اثری، احادیث صحیح بخاری و مسلم کو مذہبی داستانیں بنانے کی ناکام کوشش، مطبوعہ ادارۃ العلوم الاثریہ، فیصل آباد ۱۹۹۸ء، ص ۲۱۴

[۸] ابو جابر عبداللہ دامانوی، حدیث عائشہ میں تلبیس، مطبوعہ جماعۃ المسلمین ۶۱۴ / ۳۶ فاروق اعظم روڈ کیماڑی کراچی، مکتبہ اہل حدیث ٹرسٹ کورٹ روڈ کراچی، سن طباعت درج نہیں، ص: ۱۹

[۹] ارشاد الحق اثری، احادیث صحیح بخاری و مسلم کو مذہبی داستانیں بنانے کی ناکام کوشش، مطبوعہ ادارۃ العلوم الاثریہ، فیصل آباد ۱۹۹۸ء، ص ۵۵

[۱۰] ابو جابر عبداللہ دامانوی، حدیث عائشہ میں تلبیس، مطبوعہ کراچی، ص ۲۴، ۲۵

[۱۱] ابو یاسر، جماعت المسلمین کو پہچانئے، مطبوعہ کوٹلی دل باغ، کاموں کے ضلع گوجرانوالہ، سن طباعت ندارد، ص ۱۹، ۲۰

[۱۲] ابو یاسر، جماعت المسلمین کو پہچانئے، مطبوعہ کوٹلی دل باغ، کاموں کے ضلع گوجرانوالہ، سن طباعت ندارد، ص ۲۱

[۱۳] ایک محقق کے قلم سے، اہل حدیث کے متعلق غلط فہمیاں اور اُن کا ازالہ، مطبوعہ مکتبہ اہل حدیث ٹرسٹ، کورٹ روڈ کراچی، سن طباعت درج نہیں، ص ۲

[۱۴] ابو جابر عبداللہ دامانوی، خلاصہ الفرقۃ الجدیدۃ، مطبوعہ مکتبہ اہل حدیث ٹرسٹ کورٹ روڈ کراچی ۱۹۹۲ء، ص ۲۷

[۱۵] ابو یاسر، جماعت المسلمین کو پہچانئے، مطبوعہ کوٹلی دل باغ، کاموں کے ضلع گوجرانوالہ، سن طباعت ندارد، ص ۷۰، ۷۱

[۱۶] حدیث عائشہ میں تلبیس، مطبوعہ جماعۃ المسلمین، کیماڑی، کراچی، ص ۳

[۱۷] ابو جابر عبداللہ دامانوی، الدین الخالص، حصہ دوم، مطبوعہ جماعۃ المسلمین کیماڑی کراچی ۱۹۸۸ء، ص ۱۳

[۱۸] ابو جابر عبداللہ دامانوی، الدین الخالص، حصہ دوم، مطبوعہ جماعۃ المسلمین کیماڑی کراچی ۱۹۸۸ء، ص ۲۰، ۲۱

[۱۹] ابو جابر عبداللہ دامانوی، الدین الخالص، مطبوعہ جماعۃ المسلمین، کیماڑی کراچی ۱۹۸۸ء، ص ۳۹، ۴۰

[۲۰] ابو جابر عبداللہ دامانوی، الدین الخالص، مطبوعہ کراچی ۱۹۸۸ء، ص ۲۱

[۲۱] علی مطہر نقوی امروہوی، محمود احمد عباسی اپنے عقائد و نظریات کے آئینے میں، مطبوعہ ادارہ تحفظ ناموس اہل بیت، اے۔ ۲۱۹، بلاک سی، شمالی ناظم آباد، حیدری کراچی، ۱۹۸۳ء، ص ۳۰ تا ۳۶

[۲۲] علی مطہر نقوی امروہوی، محمود احمد عباسی اپنے عقائد و نظریات کے آئینے میں، مطبوعہ ادارہ تحفظ ناموس اہل بیت، اے۔ ۲۱۹، بلاک سی، شمالی ناظم آباد، حیدری کراچی، ۱۹۸۳ء، ص ۱۹، ۲۰

[۲۳] علی مطہر نقوی امروہوی، محمود احمد عباسی اپنے عقائد و نظریات کے آئینے میں، مطبوعہ ادارہ تحفظ ناموس اہل بیت، اے۔ ۲۱۹، بلاک سی، شمالی ناظم آباد، حیدری کراچی، ۱۹۸۳ء، ص ۵۷

[۲۴] علی مطہر نقوی امروہوی، محمود احمد عباسی اپنے عقائد و نظریات کے آئینے میں، مطبوعہ ادارہ تحفظ ناموس اہل بیت، اے۔ ۲۱۹، بلاک سی، شمالی ناظم آباد، حیدری کراچی، ۱۹۸۳ء، ص ۴۲، ۴۳

وفیات

۱۔ شیخ الحدیث والتفسیر حضرت علامہ مولانا منظور احمد فیضی صاحب ۲۷ رجون ۲۰۰۶ء کو ۷۱ سال کی عمر میں کراچی میں انتقال فرماگئے۔ رحمہ اللہ علیہ ورحمۃ واسعہ۔ آپ گذشتہ کئی ماہ سے گردوں کی تکلیف میں مبتلا تھے۔ آپ کا تعلق احمد پور شرقیہ سے تھا۔ آپ غزالیٔ دوراں علامہ سید احمد سعید کاظمی علیہ الرحمۃ کے اولین تلامذہ میں سے تھے۔ گذشتہ پچاس سال سے علمِ حدیث کی خدمت فرمارہے تھے۔ آپ کی نمازِ جنازہ دارالعلوم امجدیہ میں ہوئی اور آپ کی وصیت کے مطابق علامہ سید شاہ تراب الحق قادری مدظلہٗ نے پڑھائی۔ ہزاروں کی تعداد میں علماء اور عوام شریک ہوئے۔ آپ کی دوسری نمازِ جنازہ احمد پور شرقیہ میں ہوئی۔ اخباری اطلاع کے مطابق احمد پور شرقیہ کی تاریخ میں آج تک اتنا بڑا جنازہ نہ ہوا۔ پچاس ہزار سے زیادہ اہلِ ایمان شریک ہوئے جن میں ہزاروں کی تعداد میں علماء مشائخ تھے۔ آپ نے اپنے سوگواروں میں بیوہ کے علاوہ تین عالم صاحبزادگان، چار بیٹیاں اور ہزاروں شاگردوں کو سوگوار چھوڑا۔ اللہ تعالیٰ ان کی قبر پر رحمت و رضوان کی بارش نازل فرمائے۔ آمین

۲۔ حضرت علامہ مفتی اعجاز ولی علیہ الرحمۃ کی اہلیہ محترمہ ۸۰ سال کی عمر میں کراچی میں وصال فرماگئیں۔ آپ نے سوگواران میں ایک صاحبزادے جناب ظفر پاشا صاحب اور ۲ بہنیں چھوڑی ہیں، آپ کے جنازہ میں کثیر تعداد میں علماء اور عوامِ اہلِ سنت نے شرکت فرمائی۔ علامہ سید شاہ تراب الحق قادری، حاجی حنیف طیب، علامہ ریاض حسین شاہ، مولانا ابرار رحمانی و دیگر علمائے اہلِ سنت کے علاوہ ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا انٹرنیشنل کے سرپرست، صدر، جنرل سیکریٹری، جوائنٹ سیکریٹری اور دیگر اراکین ادارہ نے جناب ظفر پاشا سے اظہارِ تعزیت کیا اور مرحومہ کے ایصالِ ثواب اور مغفرت کے لئے دعا کی۔

۳۔ ادارہ کے مشاورتی بورڈ کے رکن حضرت مولانا اجمل رضا صاحب زید مجدہٗ (موڑ ایمن آباد، گجرات) کے برادرِ اکبر جناب سیف صاحب کو چند دہشت گرد افراد نے ماہِ مئی میں گولی مار کر شہید کردیا۔ انا اللہ وانا الیہ راجعون۔ صدرِ ادارہ اور جنرل سیکریٹری نے جناب مولانا اجمل رضا صاحب زید مجدہٗ سے فون پر ان کے برادرِ گرامی کے انتقال پر دلی تعزیت کی۔

ان تمام مرحومین کے لئے دعائے مغفرت کے ساتھ ان کے پس ماندگان کے لئے صبرِ جمیل کی بھی دعا کی گئی۔ اللہ تعالیٰ ان تمام اور دیگر مرحومینِ اہلِ سنت کی مغفرت فرمائے اور اپنی جوارِ رحمت میں جگہ عطا فرمائے۔ آمین

ڈاکٹر انور خان سندھ یونیورسٹی شعبۂ علومِ اسلامی کے چیئرمین مقرر

سندھ یونیورسٹی جامشورو شعبۂ علومِ اسلامی کے سینئر استاد ڈاکٹر محمد انور خاں کو سندھ یونیورسٹی سینڈیکٹ کے فیصلہ کے مطابق شعبۂ علومِ اسلامی کا چیئرمین مقرر کیا گیا ہے۔ وہ ۲۷ سال سے شعبۂ تعلیم میں خدمات انجام دے رہے ہیں۔ وہ مولانا احمد رضا بریلوی کی فقہی خدمات پر پی۔ایچ۔ڈی کا مقالہ مکمل کر کے گولڈ میڈل ریسرچ ایوارڈ حاصل کرچکے ہیں۔ متعدد ریسرچ اسکالرز ان کی زیرِ نگرانی پی۔ایچ۔ڈی کررہے ہیں۔ انہیں متعدد ملکی وغیر ملکی کانفرنسوں میں شرکت کا اعزاز حاصل ہے۔ ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا کے صدر، جنرل سیکریٹری اور دیگر اراکین کے علاوہ جامعہ کراچی کے کلیہ علومِ اسلامیہ کے رئیس ڈاکٹر جلال الدین نوری اور انجمن اساتذہ علومِ اسلامی، پاکستان اور شعبۂ تعلیم سے وابستہ افراد نے ڈاکٹر محمد انور خان کو چیئرمین مقرر ہونے پر مبارکباد دی ہے۔

فتاوٰی رضویہ (جدید) سے استفادہ۔ احتیاط کی اہمیت و ضرورت

تحریر: مولانا خورشید احمد سعیدی*

رضا فاؤنڈیشن لاہور کی لائق صد احترام لجنۃ البحث و التحقیق نے بہت کم مدت میں اعلیٰ حضرت عظیم البرکت علیہ الرحمۃ کے علمی ذخیرہ فتاوٰی رضویہ کو جس خوبصورت شکل میں مرتب کر کے پیش کیا ہے وہ نہ صرف پاک و ہند کے اہل سنت بلکہ پورے عالم اسلام میں اس حوالہ سے کام کرنے والوں کے خصوصی شکریے کی مستحق ہے۔ اکیسویں صدی کے آغاز میں فتاوٰی کا تازہ ترین ایڈیشن بین الاقوامی معیار کے مطابق بہترین جلد، کاغذ، تعارفی مقالات، تمہیدی مضامین، مختلف فہارس وغیرہ سے مزین ہے۔ جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور اور فتاوٰی ہذا کی ترتیب نو، تصحیح اور تخریج کے لئے منتخب علماء کی ٹیم کا نام رہتی دنیا تک اس کام کی بدولت روشن رہے گا۔

فتاوٰی رضویہ جدید پر کام کرنے والے تجربہ کار اور ماہرین اساتذۂ فن کی عرق ریزی اور دقت نظری کے باوجود ایک قاری کو اس علمی خزانے میں ایسی غلطیاں، اخطاء اور فروگذاشتیں نظر آسکتی ہیں جو بشری، ترتیبی وغیرہ قسم کی کمزوریوں کا نتیجہ ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت مولانا محمد عبدالمبین نعمانی قادری دامت برکاتہم العالیہ کو یہ کہنا پڑا: "حتیٰ کہ فتاوٰی رضویہ اور ترجمۂ قرآن کنز الایمان پر بھی خاطر خواہ توجہ نہیں دی جا رہی ہے، فتاوٰی رضویہ بے شمار اغلاط سے پُر چھپ رہی ہے" (سہ ماہی افکار رضا ممبئی اکتوبر تا دسمبر ۲۰۰۵ء، ص 80)۔

اس زیر نظر مقالے میں فتاوٰی رضویہ کی صرف جلد ۳۰ کی مدد سے ایسی چند مثالیں پیش کی گئی ہیں جو اس سے استفادہ کرنے والوں کو متنبہ کرتی ہیں کہ فتاوٰی میں منقول قرآنی آیات ہوں یا حواشی میں دیئے گئے ان کے سورۃ یا آیت نمبر؛ اس میں نقل کی گئی عبارات احادیث ہوں یا ان کی تخریج و حواشی میں دیئے گئے حوالہ جات؛ یا عربی و فارسی عبارات کے اردو تراجم ہر جگہ غلطیاں سامنے آئی ہیں۔ اس لئے فتاوٰی سے استفادہ کرتے وقت اس میں مذکور حوالہ جاتی عبارتوں کو جوں کا توں کسی دوسری جگہ نقل کر کے اس کی صحت سے مطمئن نہیں ہو جانا چاہیے۔ کسی مقالے، تحقیقی مضمون، ایم اے، ایم فل یا پی ایچ ڈی کے مقالہ نگار (Thesis Writer) کو اگر فتاوٰی سے عبارات نقل کرنے اور حوالہ دینے کی ضرورت محسوس ہو تو اسے بڑی احتیاط کرنی پڑے گی۔ اسی طرح اگر کوئی مفتی صاحب فتویٰ دیتے وقت فتاوٰی رضویہ سے نقلِ حوالہ کا محتاج ہیں تو اسے بھی اسی حزم و احتیاط کو پیش نظر رکھنا پڑے گا۔

قرآنی آیات کی عبارات میں اغلاط:

سب سے پہلے فتاوٰی میں منقول قرآنی عبارتوں میں اخطاء سے متعلق سات مثالیں ملاحظہ فرمائیں۔

صفحہ نمبر	سطر نمبر	غلط	درست
۱۴۵	۱۶	لا تنیا ذکری	لا تنیا فی ذکری
۱۶۴	۸	ذلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء واللہ	ذلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء واللہ واسع علیم ذو الفضل العظیم
۱۷۸	۲	فلا تخزنی یوم یبعثون	ولا تخزنی یوم یبعثون
۲۷۵	۳-۴	لا یستوی اصحب النار و اصحب الجنۃ ھم الفائزون	لا یستوی اصحب النار و اصحب الجنۃ اصحب الجنۃ ھم الفائزون
۳۵۱	۱۰	یصدون عن سبیل اللہ یبغونہا عوجا	یصدون عن سبیل اللہ و یبغونہا عوجا

*اسلام آباد، پاکستان

۴۰۵	۶	وما نقموا الا اغنهم الله ورسوله من فضله	وما نقموا الا أن اغنهم الله ورسوله من فضله
۴۱۷	۱۸	الا ان حزب الله هم الغلبون	الا ان حزب الله هم المفلحون

قرآنی آیات کی عبارات میں اغلاط ملاحظہ فرمانے کے بعد اب آیئے اس سلسلے میں بعض حواشی میں درآنے والی کمزوریوں کی اٹھارہ مثالیں ملاحظہ فرمائیں۔

قرآنی آیات کے حوالوں کا معاملہ:

بعض جگہ پر محشی نے نامناسب اور بعض جگہ پر غلط حوالے دیئے ہیں۔ مثلاً صفحہ ۸۰ پر ایک قرآنی عبارت یوں ہے: "فلم تقتلوهم ولكن الله قتلهم ، وما رميت اذ رميت ولكن الله رمى"۔ محشی نے اس کے لئے دو حوالے دیئے ہیں۔ قتلهم پر ۱ لکھ کر حاشیے میں لکھا: "۱ القرآن الکریم ۸/ ۱۷" اور اسی طرح رمٰی پر ۲ لکھا بھی حاشیہ میں "۲ القرآن الکریم ۸/ ۱۷"۔

لیکن آپ اس آیت کو قرآن مجید میں دیکھیں تو معلوم ہوگا کہ یہ سورۃ الأنفال کی آیت ۱۷ کا تقریباً نصف اول ہے۔ اس کے درمیان سے کوئی کلمات چھوڑے بھی نہیں گئے۔ اس لئے اس پر دو کی بجائے ایک ہی حوالہ حاشیہ میں کافی تھا۔ دو حوالوں کا کوئی جواز نہیں۔

حواشی میں اصلاح کی ضرورتیں:

نامناسب حوالوں کی اس ایک مثال کے بعد آیئے غلط حوالوں کو ملاحظہ فرمایئے۔ اگر آپ اسے ملاحظہ فرمائیں گے تو معلوم ہوگا کہ بعض اوقات غلطی سورۃ کا نمبر بتانے میں ہے اور بعض اوقات غلطی آیت کا نمبر بتانے میں ہے۔

صفحہ نمبر	سورۃ	حاشیہ نمبر	حاشیے میں حوالہ	درست حوالہ
۹۲	سورۃ الرحمٰن	۱	القرآن الحکیم ۵۵/ ۶۱ تا ۶۵	القرآن الحکیم ۵۵/ ۶۲ تا ۶۵
۱۳۴	آل عمران	۱	القرآن الکریم ۳/ ۸۱	القرآن الکریم ۳/ ۸۱ تا ۸۲
۱۵۳	الصافات	۴	۳۷/ ۱۰۵	۳۷/ ۱۰۴ تا ۱۰۵
۱۵۴	مریم	۲	القرآن الکریم ۹/ ۱۲	القرآن الکریم ۱۹/ ۱۲
۱۷۸	الصافات	۵	۳/ ۹۹	۳۷/ ۹۹
۱۸۲	النمل	۶	۹۴/ ۱	۲۷/ ۸
۱۸۴	المائدۃ	۳	۵/ ۲۷	۵/ ۶۷
۲۵۳	النجم	۲	القرآن الکریم ۵۳/ ۴۳	القرآن الکریم ۵۳/ ۴۲
۲۶۹	التوبۃ	۲	القرآن الکریم ۲/ ۲۲۱	القرآن الکریم ۹/ ۲۸
۲۸۱	البینۃ	۲	القرآن الکریم ۹۸/ ۶	القرآن الکریم ۹۸/ ۶ تا ۷
۲۸۸	الاحزاب	۱	القرآن الکریم ۲۳/ ۵۳	القرآن الکریم ۳۳/ ۵۳
۳۱۲	المجادلۃ	۱	القرآن الکریم ۵۹/ ۲۲	القرآن الکریم ۵۸/ ۲۲
۳۱۸	النساء	۱	القرآن الکریم ۴/ ۱۳	القرآن الکریم ۴/ ۱۱۳
۴۳۰	الانعام...	۲	القرآن الکریم ۶/ ۹۱ و ۳۹/ ۶۷۰	القرآن الکریم ۶/ ۹۱ و ۳۹/ ۶۷
۵۱۱	النازعات	۲	القرآن الکریم ۸۰/ ۵	القرآن الکریم ۷۹/ ۵

۵۷۵	الکھف	لے	القرآن الکریم ۱۸/۲۳	القرآن الکریم ۱۸/۲۳ تا ۲۴
۷۰۶	الاحزاب	۲	القرآن الکریم ۳۳/۴۵	القرآن الکریم ۳۳/۴۵ تا ۴۶

قرآنی عبارات اور آیات سے متعلقہ فروگذاشتیں ملاحظہ فرمانے کے اب آیئے حدیث سے متعلق اغلاط کی سات مثالوں پر غور کریں۔

فتاوی میں منقولہ عبارات احادیث میں اخطاء کی مثالیں:

۱۔ فتاوی رضویہ، ج ۳۰، صفحہ نمبر ۲۷-۳۷ پر حدیث مذکور ہے: وقد قالت امّ المومنین الصدیقة رضی الله تعالیٰ عنها لو رأی رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه و سلم ما احدث النساء لمنعهن المساجد کما منعت نساء بنی اسرائیل۔

اس حدیث کے لئے صفحہ نمبر ۳۷ کے حاشیہ میں حوالہ لکھا ہے: ''لے صحیح البخاری کتاب الاذان باب خروج النساء الی المساجد الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۲۰''۔ اس حوالہ کی مدد سے صحیح بخاری میں دیکھا تو اس حدیث کا ابتدائی حصہ یوں ملا: عن عائشة قالت لو ادرك رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه و سلم۔ اس حدیث کی سند کی پہلی راوی ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ سے متعلق یہاں ''وقد قالت امّ المومنین الصدیقة رضی الله تعالیٰ عنها'' اور ''عن عائشة قالت'' کے درمیان اختلاف عبارت کو نظر انداز کیا جا سکتا ہے لیکن متن حدیث کے پہلے لفظ ''لو رأی'' اور ''لو ادرك'' کے درمیان فرق کو نظر انداز نہیں کرنا چاہیے۔

۲۔ صفحہ نمبر ۱۶۸ پر ایک حدیث کے الفاظ مذکور ہیں: تبا لك سائر الیوم لهذا جمعتنا۔ ان کلمات حدیث کیلئے صفحہ نمبر ۱۶۸ کے حاشیہ میں حوالہ لکھا ہے: ''ہے صحیح البخاری کتاب التفسیر سورۃ تبت یدا ابی لہب ۱۱۱ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۷۴۳''۔

اس حوالہ کی مدد سے مذکورہ صفحہ پر کتاب کو کھولا تو دو واضح مسائل پیش آ گئے۔ پہلا یہ ہے کہ اس صفحہ پر سورۃ تبت یدا ابی لہب کے تحت جتنی بھی احادیث صحیح بخاری میں مندرج ہیں کسی میں بھی یہ چھ الفاظ حدیث موجود نہیں ہیں۔ خصوصاً 'سائر الیوم' کے الفاظ محولہ جگہ پر نہیں ہیں۔ تلاش کرنے پر معلوم ہوا کہ یہ الفاظ حدیث ''صحیح البخاری کتاب التفسیر سورۃ الشعراء، باب: قوله وانذر عشیرتك الاقربین واخفض جناحك الی جانبك، قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۷۰۲'' پر مذکور ہیں۔

دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ فتاوی میں مذکور الفاظ ''تبا لك سائر الیوم لهذا جمعتنا'' میں لهذا سے پہلے ہمزہ استفہامیہ مفقود ہے حالانکہ یہ اصل میں بھی موجود ہے اور ان الفاظ حدیث کا فتاوی میں جو اردو ترجمہ دیا گیا ہے وہاں بھی لفظ 'کیا' موجود ہے۔ یہاں یہ عرض کر دینا مناسب رہے گا کہ اسی حدیث کے لئے حاشیہ میں صحیح مسلم کا جو حوالہ دیا گیا اس کی مدد سے اصل کتاب میں دیکھیں تو وہاں بھی ''سائر الیوم'' کے الفاظ نہیں ملتے ہیں۔

۳۔ صفحہ نمبر ۷۰۱ پر ایک حدیث کو بحوالہ صحیح بخاری و جامع ترمذی ان الفاظ میں ذکر کیا گیا ہے: سئل رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه و سلم عن المقام المحمود فقال هو الشفاعة۔ ان کلمات کے لئے ایک حوالہ حاشیہ میں یہ دیا گیا ہے: ''صحیح بخاری کتاب التفسیر سورۃ ۱۷ باب قوله عسی ان یبعثك الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۶۸۶''۔ اور دوسرا جامع الترمذی، ابواب التفسیر، سورۃ بنی اسرائیل کا لکھا گیا ہے۔ پوری بخاری کو بار بار تلاش کر کے دیکھا گیا۔ نتیجہ یہ نکلا کہ الشفاعۃ اور المقام المحمود کے الفاظ تو ملے لیکن مندرجہ بالا کلمات اپنی اس ترتیب و ترکیب کے ساتھ نہیں ملے۔ اس لئے یہ کہنا غلط نہیں ہوگا کہ یہاں صحیح بخاری کا حوالہ درست نہیں دیا گیا ہے۔ اس کے بعد انہیں جامع ترمذی میں تلاش کیا تو وہاں بھی مذکورہ کلمات کے ساتھ ہم آہنگی نہیں ملی۔ حضرت ابو ہریرہ سے مروی ایک حدیث جو کسی حد تک ان کلمات سے قریب ہے یوں ہے: ''قال رسول الله صلی الله علیه و سلم فی قوله عسی ان یبعثك ربك مقاما محمودا و سئل عنها قال هی الشفاعة ...''۔ ''فقال هو الشفاعة'' اور ''قال هی الشفاعة'' کا فرق بالخصوص قابل غور ہے۔

۴۔ صفحہ ۱۷ پر ایک حدیث کے یہ الفاظ لکھے گئے ہیں: ''یا محمد ارفع رأسك وقل تُسمع وسل تعطه واشفع تشفع''۔ حاشیہ میں ان الفاظ کے لیے ''صحیح مسلم کتاب الایمان باب اثبات الشفاعۃ الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۰۹'' کا حوالہ دیا گیا ہے۔ اصل کتاب کی طرف رجوع کیا گیا تو معلوم ہوا کہ یہ الفاظ حضرت انس بن مالک سے مروی اس حدیث میں پائے جاتے ہیں جو صفحہ ۱۰۸ سے شروع ہوتی ہے اور صفحہ ۱۰۹ پر ختم ہوتی ہے۔ لیکن مسئلہ یہ ہے کہ وہاں یہ الفاظ یوں مذکور ہیں: ''یا محمد ارفع رأسك قل تُسمع سل تعطه اشفع تشفع''۔ یعنی تین بار وارد ہونے والی 'واؤ' اصل کتاب میں نہیں ہے۔

۵۔ فتاوٰی رضویہ، ج ۳۰، صفحہ نمبر ۱۹۸ پر ایک طویل حدیث کے یہ بعض جملے نقل کیے گئے ہیں: ''انا سید الناس یوم القیامة وهل تدرون مما ذلك یجمع الله الاولین والآخرین فی صعید واحد''۔ اس جگہ دو اغلاط ہیں۔ ایک یہ کہ اصل کتاب کا حوالہ دیتے ہوئے حاشیہ میں صفحہ نمبر ۲/۲۸۴ و ۲۸۵ لکھا ہے حالانکہ اسے ۲/۶۸۴ و ۶۸۵ لکھنا چاہیے تھا۔ دوسری غلطی یہ محسوس ہوتی ہے کہ یہاں منقول کلماتِ حدیث میں لفظ یجمع کے بعد لفظ الله ہے جو اصل کتاب میں نہیں ہے ہاں اصل کتاب کے حاشیہ پر باریک خط میں یجمع الله لکھا ہے۔ معلوم نہیں فتاوٰی میں نقلِ کلمات کے وقت حاشیہ کی عبارت کو کیوں ترجیح دی گئی ہے؟

اسی حدیث کے لئے صحیح مسلم اور سنن الترمذی کے بھی حوالے دیے گئے ہیں۔ حوالوں کی نشاندہی تو درست ہے لیکن وہاں کلماتِ حدیث کچھ اور ہیں۔ ملاحظہ فرمائیں:

فتاوٰی رضویہ	انا سید الناس یوم القیامة وهل تدرون مما ذلك یجمع الله الاولین والآخرین فی صعید واحد
صحیح مسلم	انا سید الناس یوم القیٰمة وهل تدرون بم ذاك یجمع الله تعالٰی یوم القیٰمة الاولین والآخرین فی صعبد واحد
سنن الترمذی	انا سید الناس یوم القیٰمة هل تدرون لم ذاك یجمع الله الناس الاولین والآخرین فی صعید واحد

خلاصہ کلام یہ کہ نہ صرف ان تینوں کتبِ حدیث کے الفاظ میں سو فیصد یکسانیت نہیں ہے بلکہ فتاوٰی میں منقول کلمات بھی ان تینوں میں سے کسی کے ساتھ بالکل یکساں نہیں ہیں۔ حاشیہ نگار نے اسی حدیث کے لیے مسند احمد بن حنبل کا بھی حوالہ دیا ہے لیکن اس کے الفاظ بھی میری تلاش کے مطابق فتاوٰی میں منقول کلمات سے مکمل ہم آہنگ نہیں ہیں۔

۶۔ فتاوٰی رضویہ، ج ۳۰، صفحہ نمبر ۱۹۹ تا ۲۰۰ پر ارشاد دوم کے تحت صحیح مسلم اور ابو داؤد کے حوالے سے ایک حدیث منقول ہے۔ حاشیہ میں اس حدیث کے لیے صحیح مسلم اور سنن ابی داؤد کے جو حوالے دیے گئے ہیں وہاں دیکھنے سے پتا چلتا ہے کہ فتاوٰی کی عبارت کسی سے مکمل ہم آہنگ نہیں ہے۔ ملاحظہ فرمائیں:

فتاوٰی رضویہ	انا سیدُ وُلد ادم یوم القیٰمة واول ینشق عنه القبر واول شافع واول مشفع۔
صحیح مسلم	انا سیدُ وُلد ادم یوم القیٰمة واول من ینشق عنه القبر واول شافع واول مشفع۔
سنن ابی داؤد	انا سیدُ وُلدِ ادم واول من ینشق عنه الأرض واول شافع واول مشفع۔

میں نے یہ الفاظ صحیح مسلم طبع قدیمی کتب خانہ کراچی اور سنن ابی داؤد طبع مکتبہ امدادیہ ملتان سے نقل کیے ہیں۔ میرا خیال ہے کہ فتاوٰی کی عبارت ان میں سے کسی ایک کے ساتھ مکمل طور پر یکساں ہونی چاہیے۔

۷۔ فتاوٰی رضویہ، ج ۳۰، صفحہ نمبر ۲۰۴ پر ایک حدیث کے یہ کلمات لکھے ہیں: ''الا وانا حبیب الله ولا فخر، وانا حامل لواء الحمد یوم القیٰمة تحتهٗ ادم فمن دونه ولا فخر ...''۔ فتاوٰی میں مذکور اس حدیث کے الفاظ صرف یہ نہیں بلکہ وہاں اور کلمات بھی ہیں لیکن چونکہ ان سے

متعلق کوئی بات نہیں ہے اس لئے سب کو نقل کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ ان حدیث کے حوالہ سنن الترمذی کا دیا گیا ہے۔ حوالہ درست ہے مگر کلمات میں فرق ہے۔ وہاں بعض کلمات نہیں ہیں۔ مکتبہ رحمانیہ لاہور کی طرف سے طبع شدہ سنن الترمذی صفحہ ۶۸۰ پر موجود حدیث سے الفاظ یہ ہیں: ''الا وانا حبیب اللہ ولا فخر وانا حامل لواء الحمد یوم القیمۃ ولا فخر ... ''۔ یعنی ''تحتہ ادم فمن دونہ'' کے الفاظ سنن الترمذی میں نہیں ہیں۔

اس کے علاوہ فتاوٰی میں محشی نے اس حدیث کا دوسرا حوالہ سنن الدارمی باب ما اعطی النبی ﷺ من الفضل بھی دیا ہے۔ وقت تحریر سنن الدارمی کا طبع شدہ نسخہ پاس نہ ہونے کی وجہ سے میں نے اسے الکتب الستۃ کی سی ڈی میں دیکھا تو وہاں کچھ اور صورتحال تھی جسے درج ذیل طریقے سے سمجھا جاسکتا ہے:

فتاوٰی رضویہ میں منقول عبارت	سنن الدارمی کی عبارت
الا وانا حبیب اللہ ولا فخر وانا حامل لواء الحمد یوم القیمۃ تحتہٗ ادم فمن دونہ ولا فخر، وانا اوّل شافع و اوّل مشفّع یوم القیمۃ ولا فخر، وانا اول من یحرک حلق الجنۃ فیفتح اللہ لی فیدخلنیھا ومعی فقرآء المؤمنین ولا فخر، وانا اکرم الاولین والآخرین علی اللہ ولا فخر۔	الا وأنا حبیبُ اللہِ ولا فخرَ وأنا حاملُ لواءِ الحمدِ یومَ القیمۃِ تحتہٗ ادم فمن دونہٗ ولا فخرَ وأنا أوّلُ شافعٍ وأوّلُ مُشفَّعٍ یوم القیمۃِ ولا فخرَ وأنا أولُ مَن یُحرّکُ بحلق الجنۃ ولافخرَ فیفتحُ اللہُ فیُدخِلنیھا ومعی فقرآءُ المُؤمنینَ ولافخرَ و أنا أکرم الاوّلینَ وَالآخِرینَ علی اللہ ولا فخر۔

اس حدیث میں خط کشیدہ الفاظ پر غور فرمایئے اور دیکھئے کہ فتاوٰی رضویہ میں منقول عبارت کے وہ الفاظ جو سنن الترمذی میں نہیں پائے جاتے وہ سنن الدارمی میں موجود ہیں لیکن یہاں بھی بعض کلمات باہم مختلف ہیں اور اس کے ساتھ ساتھ کمی و اضافہ بھی دیکھا جاسکتا ہے۔ خلاصہ یہ کہ فتاوٰی کی عبارت نہ تو مکمل طور پر سنن الترمذی سے اور نہ سنن الدارمی سے ملتی ہے۔

ایک گذارش:

فتاوٰی رضویہ کے حواشی سے متعلق ایک خاص بات یہ ہے کہ بہت سی عبارتوں پر حوالہ کی طرف اشارہ کرنے والے نمبر تو ڈالے گئے ہیں لیکن حاشیہ میں ان نمبروں کے آگے جگہ خالی ہے۔ شاید حاشیہ کا اہتمام کرنے والے علماء کو فوری طور پر کوئی حوالہ دستیاب نہیں ہوا ہوگا اور مجبوراً کام کو ادھورا چھوڑنا پڑا۔ میری رائے ہے اس سلسلے میں فتاوٰی سے استفادہ کرنے والے دوسرے علماء کو اگر ان خالی حواشی سے متعلق کوئی حوالہ ملتا ہے تو تخریج کا کام کرنے والی ٹیم کی مدد کرنی چاہیے۔

میں اپنے آپ سے اس سلسلے میں آغاز کرتے ہوئے ایک عبارت کا حوالہ پیش کرتا ہوں۔ صفحہ ۸۹ پر ایک عربی عبارت ''مرحبا بعبیدعبدی'' ہے۔ اس پر نمبر ا تو ہے لیکن اس کے لیے حاشیے میں کسی کتاب، کسی ماخذ کا کوئی حوالہ نہیں ہے۔ جب میں نے اسے المکتبۃ الشاملۃ میں کمپیوٹر کے ذریعے تلاش کیا تو پتہ چلا کہ یہ عبارت تفسیر حقی کے باب ۱۱ اور ۵۸ کے جزء ۳ میں موجود ہے۔

امید ہے اس مقالے میں پیش کی گئی بحث اور گذارش سے فتاوٰی کی تصحیح کا کام مزید تیز ہو سکے گا اور فتاوٰی کے آئندہ ایڈیشن اغلاط سے پاک ہوں گے۔ ان شاء اللہ الکریم

(تاریخ تحریر: اتوار ۲۸/ جمادی الاول ۱۴۲۷ھ مطابق ۲۵/ جون ۲۰۰۶ء)

﴿نوٹ: مصنف موصوف کا فتاویٰ رضویہ کے حوالہ سے ایک اور اچھوتا تحقیقی مقالہ اگست کے شمارے میں ملاحظہ فرمائیں۔ ادارہ﴾

علمی و تحقیقی و ملی خبریں

ترتیب وپیشکش: محمد عمار ضیاء خاں قادری

رضویات پر انیسویں پی۔ایچ۔ڈی مکمل

جامعہ کراچی نے محمد اسحٰق مدنی، استاد وفاقی اردو یونیورسٹی کو ان کے تحقیقی مقالے ''برصغیر کی سیاسی تحریکات میں فتاویٰ رضویہ کا حصہ'' تحریر کرنے پر پی۔ایچ۔ڈی کی ڈگری ایوارڈ کردی۔ محمد اسحٰق مدنی نے یہ مقالہ پروفیسر ڈاکٹر جلال الدین نوری، رئیس کلیہ معارفِ اسلامیہ، جامعہ کراچی کی زیرِ نگرانی لکھا۔ محمد اسحٰق مدنی کا تحریر کردہ مقالہ چھ ابواب پر مشتمل ہے جس میں ۱۸۵۷ء کی جنگِ آزادی سے لیکر برِعظیم پاک و ہند میں مسلط فرنگیوں کے خلاف چلنے والی تحریکوں اور انگریزوں کی پاکٹ تنظیموں اور ۱۹۲۰ء تک مختلف تنظیموں اور تحریکوں کا تفصیلاً تذکرہ ہے۔ یہ مقالہ اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خاں کی سیاسی بصارت اور بصیرت کا آئینہ ہے۔

ڈاکٹر مدنی صاحب کی پی۔ایچ ڈی اعلیٰ حضرت پر انیسویں پی۔ایچ ڈی ہے۔ ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا کے صدر صاحبزادہ سید وجاہت رسول قادری، جنرل سیکریٹری پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری، جوائنٹ سیکریٹری پروفیسر دلاور خاں، معارفِ رضا ایڈیٹوریل بورڈ رکن پروفیسر مجیب احمد، جناب سلیم اللہ جندران اور دیگر اراکین پروفیسر ڈاکٹر محمد اسحاق مدنی صاحب کو ان کی اس علمی کاوش پر مبارکباد پیش کرتے ہیں اور ساتھ ہی ان کے نگراں پروفیسر ڈاکٹر جلال الدین نوری صاحب کا بھی شکریہ ادا کرتے ہیں کہ انہوں نے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا علیہ الرحمۃ کے حوالے سے ایک اہم موضوع پر پی۔ایچ۔ڈی کی تھیس کی نگرانی اور رہنمائی فرمائی ہے۔ امید ہے ڈاکٹر نوری صاحب اعلیٰ حضرت کے حوالہ سے مزید تحقیقی کام ایم۔فل اور پی۔ایچ ڈی کی سطح پر کروائیں گے۔

بین الاقوامی میڈیا سیمینار

تنظیم ابنائے اشرفیہ کے تحت دوروزہ بین الاقوامی میڈیا سیمینار منعقدہ ۱۸/۱۹ مئی ۲۰۰۶ء بمقام الجامعۃ الاشرفیہ (مبارکپور اعظم گڑھ، یوپی، انڈیا) مسلمانانِ عالم خصوصاً مسلمانانِ جنوبی ایشیاء کے لئے ایک عظیم دعوتِ فکر وعمل ہے۔ اس سیمینار میں ہندو بیرونِ ہند سے تقریباً ۱۶۲ اکابر علماء ومشائخ، اربابِ قلم و اہلِ دانش اور اربابِ صحافت نے شرکت فرمائی۔ سیمینار کا موضوع ''اسلام اور عصرِ حاضر کا چیلنج میڈیا کے حوالے سے'' تھا۔

عہد حاضر میں اسلام اور مسلمانوں کے لئے میڈیا سب سے بڑا چیلنج ہے اور بین الاقوامی میڈیا پر اسلام دشمن عناصر کو بالادستی حاصل ہے۔ اس میدان میں اگر ہمارے جمود وتعطل کا سلسلہ اسی طرح دراز ہوتا رہا تو عالمی سطح پر ہماری دینی اور ملی شناخت یکسر بدل جائے گی۔ اب ہمیں ضرورت ہے کہ ہم سب مل کر اکیسویں صدی کے اس چیلنج کا مقابلہ کریں اور اہلِ سنت و جماعت کا عشق وعرفان سے لبریز پیغام محسوس دنیا کے کناروں تک پہنچا دیں۔

اہلِ سنت و جماعت کی عالمی تحریک تنظیم ابنائے اشرفیہ، مبارک پور، انڈیا نے دینی وملی سرفرازی اور اسلام دشمن سازشوں کی پامالی کے لئے اولین کوشش کے طور پر اس سیمینار کا انعقاد کیا جو کہ انتہائی خوش آئند ہے۔ اپنے موضوع پر یہ سیمینار کی پہلی کڑی ہے اس کے بعد ان شاءاللہ لکھنؤ اور ممبئی میں بھی اسی موضوع پر سیمینار اور کنونشن ہوں گے۔

ہمیں اپنے علمائے کرام، دانشورانِ ملت اور خاص طور پر نوجوانانِ اہلِ سنت سے امید ہے کہ وہ اس تحریک میں اخلاص فراواں کے ساتھ شریک ہوں گے اور عصرِ حاضر کے تناظر میں دعوت وتبلیغ کی منصبی ذمہ داریوں کو محسوس کریں گے۔

(مرسلہ: علامہ مبارک حسین مصباحی، جنرل سیکریٹری تنظیم ابنائے اشرفیہ، مبارکپور، انڈیا)

نوٹ: ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا کے صدر، جنرل سیکریٹری و دیگر اراکین پیر طریقت علامہ شاہ عبد الحفیظ صاحب (صدر تنظیم ابنائے اشرفیہ، مبارکپور)، جناب مبارک حسین مصباحی صاحب (جنرل سیکریٹری، تنظیم ابنائے اشرفیہ، مبارکپور) اور تنظیم کے دیگر تمام اراکین کو اس اہم موضوع پر کامیاب سیمینار منعقد کرنے پر دلی مبارکباد پیش کرتے ہیں اور توقع کرتے ہیں کہ ان کی یہ کاوشیں اہلِ سنت و جماعت کے مسلک ابلاغ کے لئے ان شاءاللہ بارآور ثابت ہوں گی۔

تنظیم ابنائے اشرفیہ کے زیر اہتمام دو روزہ بین الاقوامی میڈیا سیمینار

عینی مشاہدات کی سرگزشت

اہل سنت کی عالمی تحریک ''تنظیم ابنائے اشرفیہ'' مبارک پور کی جانب سے الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور اعظم گڑھ کی امام احمد رضا لائبریری کے کانفرنس ہال میں دو روزہ بین الاقوامی میڈیا سیمینار بہ عنوان ''اسلام اور عصر حاضر کا چیلنج: میڈیا کے حوالے سے'' ۱۸/۱۹ مئی ۲۰۰۶ء کو نہایت کامیابی کے ساتھ اختتام پذیر ہوا۔ سرزمین ہند میں (بلکہ برصغیر پاک وہند و بنگلہ دیش کے حوالے سے بھی۔ وجاہت) اپنی نوعیت کا یہ بالکل منفرد سیمینار تھا جو وقت کے سب سے اہم اور حساس موضوع کے حوالے سے منعقد کیا گیا۔ اس موقع پر درجنوں علما و مشائخ، اہل علم و دانش، ارباب صحافت اور شہر کے سیکڑوں معززین، جامعہ کے اساتذ و طلبہ وغیرہ نے بڑی تعداد میں شرکت فرمائی۔ سیمینار کے مرکزی عنوان کے کچھ ذیلی عنوانات بھی قائم کیے گئے تھے جن کے مطابق اہم مقالہ نگار حضرات نے اپنے اپنے مقالات پیش کیے۔ کچھ مقالات قلّت وقت کی نذر ہو گئے، جنھیں تنظیم کے جنرل سکریٹری مولانا مبارک حسین مصباحی نے جلد ہی اردو اور انگریزی زبان میں شائع کرنے کا وعدہ فرمایا۔ ہر نشست میں مقالہ خوانی کے بعد کچھ وقت وقفۂ سوالات وجوابات کے لیے بھی رکھا گیا تھا۔ سیمینار میں خاص بات یہ دیکھی گئی کہ حاضرین میں سے سبھی مدعوین و مندوبین سیمینار کی کامیابی سے بے حد متاثر نظر آئے۔ طلبہ کے احساسِ مسرت کا عجب حال تھا۔ ان کا اپنا تاثر تھا کہ علمائے مدارس اور یونیورسٹیوں کے دانش وران کے اتحاد امتزاج کا یہ حسین منظر انھیں صرف اشرفیہ میں دیکھنے کو ملا ہے جس کی وجہ سے انھیں فکر ونظر اور احساس وآگہی کی ایک نئی دنیا کا احساس ہوتا ہے۔ پروگرام دو دن میں چار نشستوں پر مشتمل تھا جس کی قدرے تفصیل یہ ہے۔

پہلی نشست:۔ ۷/ بجے صبح تا ۱۲/ بجے۔ ۱۸/ مئی ۲۰۰۶ء بروز جمعرات

زیر صدارت: حضرت مولانا یٰسین اختر مصباحی، بانی ومہتمم دارالقلم، دہلی۔

اس نشست میں چھ اہم مقالات پڑھے گئے۔ مقالہ خوانی سے قبل تلاوت قرآن پاک ونعت رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے پروگرام کا آغاز ہوا۔ اس کے بعد مولانا ادریس بستوی نائب صدر تنظیم ابنائے اشرفیہ نے میڈیا کے حوالے سے افتتاحی خطبہ پیش کیا جس میں انھوں نے میڈیا کی اہمیت پر روشنی ڈالتے ہوئے کہا کہ ''آج ہر کام میڈیا کے ذریعہ انجام دیا جارہا ہے۔ میڈیا کا منفی پہلو یہ ہے کہ اس کے ذریعہ ظالم کو مظلوم اور مظلوم کو ظالم بنا کر پیش کیا جارہا ہے، انھوں نے کہا آج جو خبریں ہمارے پاس آتی ہیں وہ یہودیوں کے پاس سے ہو کر آتی ہیں اور وہ ان میں من مانی تصرف کر کے ہی دنیا تک ارسال کرتے ہیں چنانچہ آج میڈیا کی بدولت اسلام جو امن وسلامتی کا سب سے بڑا داعی ہے۔ اسے دہشت گردی سے جوڑا جارہا ہے۔ اس کے نظریات تعلیمات اور تشخصات کو زبردست زک پہنچائی جارہی ہے، اسے امنِ عالم کے لیے سب سے بڑا خطرہ قرار دیا جارہا ہے۔ مگر افسوس یہ ہے کہ اس کے باوجود ہم اس حقیقت کو نہیں سمجھ پارہے ہیں، حالانکہ ضرورت ہے کہ ہم اسے سمجھیں، اس پر سنجیدگی سے غور کریں اور مل جل کر منظم طریقے پر کام کریں، اس مقصد کے لیے یہ سیمینار منعقد کیا جارہا ہے۔''

مولانا ادریس بستوی کے بعد مولانا مبارک حسین مصباحی استاذ جامعہ اشرفیہ و جنرل سکریٹری تنظیم ابنائے اشرفیہ نے خطبۂ استقبالیہ پیش کیا جس میں انھوں نے ملک وبیرون ملک سے آئے ہوئے دانش وروں، مقالہ نگاروں، علمائے کرام اور حاضرین محفل کی بارگاہ میں ہدیہ تشکر پیش کیا اور اپنے جذبات تشکر وامتنان کا بڑے خوب صورت لفظوں میں اظہار کیا۔ اس کے بعد دعوتِ فکر واحساس دیتے ہوئے فرمایا کہ

''آج بساط عالم سے لے کر خاک ہند تک میڈیا پر غیر مسلموں ہی کو بالا دستی حاصل ہے، رات کے کسی حصے میں اسلام اور مسلمانوں کے خلاف کوئی منصوبہ سطحِ ذہن پر ابھرتا ہے اور سورج کی پہلی کرن پھوٹتے ہی محسوس دنیا کے کناروں تک پہنچادیا جاتا ہے۔ شاید ہی کوئی ایسا دن گزرتا ہو جس میں مسلمانوں کے کسی حساس مسئلہ پر نشتر نہ چلایا جاتا ہو۔ کبھی اسلام کے نظریۂ جہاد کی غلط تشریح کی جاتی ہے، کبھی اسلام کو دہشت گرد مذہب لکھا جاتا ہے اور کبھی اظہار رائے کی آزادی کا نام لے کر محسنِ انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخیاں کی جاتی ہیں۔'' سامعین کو متوجہ کرتے ہوئے فرمایا کہ ''اب میں آپ حضرات کے ذہنوں کو ایک اور حساس رخ کی جانب موڑنا چاہتا ہوں۔ میڈیا کی ذہن سازی کے نتیجے میں آج ہماری جدید نسل بڑی تیزی کے ساتھ فکری ارتداد میں مبتلا ہو رہی ہے، اس کی خاص وجہ یہ ہے کہ نئی نسل مذہبی کتابوں اور اسلامی جرائد و رسائل سے بے نیاز رہتی ہے۔ ان کے مشاہدہ و مطالعہ کا محور جدید میڈیا ہے۔ اس میں جو کچھ اسلام کے حوالے سے آتا ہے وہ اس کو حق سمجھ لیتی ہے اور اب بڑی تیزی سے یہ نسل غیر شعوری طور پر اسلام کی عظمت سے ناآشنا اور اس کی فکر سے بے زار ہوتی جارہی ہے۔'' انھوں نے مزید فرمایا کہ ''دین وملت کے تعلق سے ملکی و بین الاقوامی سطح پر اس وقت جو مسائل کھڑے ہیں اور شب و روز جو نت نئے چیلنجز سامنے آرہے ہیں، انفرادی سطح پر ان کا مقابلہ کرنا آسان نہیں اور نہ بہ حیثیت فرد کوئی پوری ملت کی جانب سے جواب دہ ہے بلکہ اس کے لیے علماے دین اور دانش وران ملت ذمے دار ہیں کہ وہ باہمی اتحاد و اتفاق کے ساتھ وقت کے مبارزات کو سمجھنے کی کوشش کریں۔ الحمدللہ! اتحادِ جمعیت اور ربطِ باہم کے لیے الجامعۃ الاشرفیہ نے پیش قدمی کرتے ہوئے تنظیم ابناے اشرفیہ قائم کی ہے جو اپنے طے شدہ خطوط پر پوری منصوبہ بندی اور فکری بالیدگی کے ساتھ فکری و عملی اقدام کر رہی ہے۔ لہٰذا اب ہم بلاتفریقِ مشرب و وطن علماے اہلِ سنت اور درجنوں ممالک میں پھیلے ہوئے فرزندانِ اشرفیہ سے دردمندانہ اپیل کرتے ہیں کہ وہ دستِ محبت بڑھائیں اور عالمی سطح پر ملی اور جماعتی مسائل کے حل کے لیے سیسہ پلائی ہوئی دیوار بن جائیں۔''

اپنے کردار کی عظمت کو بچایا جائے
بوجھ بھاری ہے چلو مل کے اٹھایا جائے

اس کے بعد سلسلہ وار مقالہ خوانی شروع ہوئی جن میں پہلا مقالہ مولانا افضل حسین مصباحی ایڈیٹر ماہنامہ ماہِ نور دہلی ''اخباری صحافت: اہمیت وافادیت'' کے موضوع پر پڑھ کر سنایا جس میں عہد قدیم میں خبر رسانی کا انتظام، آغاز و ابتدا اور عہد بہ عہد عروج وارتقا نیز میڈیا، پرنٹ میڈیا، الکٹرانک میڈیا کی ایجاد، تقسیم و تعریف و خصوصیات وغیرہ کو تجزیاتی نقطۂ نظر سے پیش کیا۔ موجودہ صحافت کے منظر نامے پر روشنی ڈالتے ہوئے انھوں نے واضح کیا کہ اخبارات ہر شعبۂ حیات کی ترجمانی کرتے ہیں۔ آج جہاں بھی جمہوریت قائم ہے اس میں اخبارات کا بہت بڑا دخل ہے۔ اخبارات جمہوریت کا چوتھا ستون کہلاتے ہیں۔ آج کے معاشرے میں فنِ صحافت مشن ہے اور کاروبار بھی۔ انھوں نے اپنے مقالہ میں اسلامی صحافت پر بھی بھرپور روشنی ڈالی۔ مولانا ناظم علی مصباحی استاذ جامعہ اشرفیہ نے اپنا مقالہ ''نظریۂ تعدداز دواج اور میڈیا'' پر پیش کرتے ہوئے فرمایا کہ میڈیا خواہ مخواہ اس پر اعتراض کرتا ہے۔ حالانکہ یہ اسلامی مسئلہ ہونے کے ساتھ شخصی ضرورت بھی ہے۔ مثلاً عورت بانجھ ہے، ایسی بیماری ہے جس کی وجہ سے خاص تعلقات قائم کرنا دشوار ہو، کسی سے شادی کی بے انتہا رغبت پیدا ہو جائے یہاں تک کہ شادی نہ کرنے کی صورت میں ارتکاب گناہ کا قوی اندیشہ ہو جائے، قوت مردانگی بہت زیادہ ہو اور فعلِ حرام میں ملوث ہونے کا خطرہ لاحق ہو، عورت بدصورت ہو، جسمانی لحاظ سے معذور ہو اور کنوارا شخص قبول نہ کرتا ہو، اس کے علاوہ مختلف حادثات اور جنگوں میں مرد عموماً زیادہ مارے جاتے ہیں اور عورتیں بیوہ و بے سہارا رہ جاتی ہیں، مستزاد یہ کہ آج عورتوں کی کثرت ہے اور روز افزوں اضافہ ہوتا ہی چلا جارہا ہے، تو ان تمام صورتوں میں ایک سے زیادہ شادی کی

اجازت شخصی ضرورت ہی نہیں معاشرتی ضرورت بھی بن جاتی ہے۔ انھوں نے زور دے کر فرمایا کہ پھر یہ تعداد ازدواج صرف جائز ہے عدل واستطاعت کی شرط کے ساتھ، حکم، واجبی نہیں۔ اسلام کا یہ نظریہ دوراندیشی اور بالغ نظری پر مبنی ہے۔ تیسرا مقالہ مولانا قمرالحسن مصباحی ایم۔اے۔ (مقیم حال امریکہ) کا ''اسلام اور مسلمانوں کے تعلق سے امریکی صحافت کا کردار'' کے عنوان سے تھا جسے مولانا سجاد عالم مصباحی جامعہ ملیہ اسلامیہ دہلی نے پڑھ کر سنایا، جس میں بتایا گیا کہ امریکہ کے جمہوری ملک ہونے کی وجہ سے یہاں آزاد صحافت کا دور دورہ ہے اور ہر مذہب وملت کے لوگوں کو اپنے مذہب کی ترویج واشاعت کی پوری آزادی ہے۔ البتہ میڈیا کے دم پر یہاں اسلام کے خلاف ایک ایسا خوف ناک نقشہ کھینچا گیا ہے، جس سے عام آدمی متاثر ہوئے بغیر نہیں رہتا۔ میڈیا کی اس بدکرداری کے بالمقابل مسلمانوں کے پاس خاطر خواہ اخبارات نہیں لیکن اطمینان کی بات یہ ہے کہ اس سب کے باوجود یہاں اسلام سب سے زیادہ پڑھا اور سنا جانے والا مذہب ہے۔ چوتھا مقالہ ''استقامت کان پور: تعارف وجائزہ'' کے عنوان سے مولانا سلیم بریلوی مصباحی نے پیش کیا۔ انھوں نے واضح کیا کہ استقامت کے چار ادوار رہے ہیں ہفت روزہ اخبار، روزنامہ، ڈائجسٹ اور اب وقتاً فوقتاً صرف خصوصی نمبرات شائع کرتا ہے۔ پانچواں مقالہ ڈاکٹر نوشاد عالم چشتی مسلم یونیورسٹی علی گڑھ نے ''ہندی اخبارات ورسائل کی اسلام مخالف سرگرمیاں'' کے موضوع پر پڑھ کر سناتے ہوئے کہا کہ ہندی اخبارات نے مسلمانوں کو اسلامی، معاشرتی، تہذیب وثقافت اور مذہبی اقدار وروایات سے دور کرنے کی بھرپور کوشش کی ہے۔ یہی اخبارات تقسیم ہند کے بھی ذمہ دار ہیں۔ فی الوقت ہندی اخبارات دو طرح کے ہیں۔ ایک وہ جن کی سرشت ہی میں اسلام دشمنی شامل ہے، جیسے ممبئی کا اخبار ''سامنا'' اور ''پنجاب کیسری'' وغیرہ اور دوسرے وہ جو اسلام دشمنی کا کام بالواسطہ انجام دیتے ہیں جیسے 'دینک جاگرن اور امراجالا' وغیرہ انھوں نے زور دے کر کہا کہ بالواسطہ اسلامی دشمنی زیادہ خطرناک ہے۔

مقالے کے آخر میں بعض تجاویز بھی پیش فرمائیں۔ اس نشست کا آخری مقالہ مولانا صدرالوریٰ مصباحی استاذ جامعہ اشرفیہ نے ''ماہنامہ اشرفیہ کے تحقیقی مقالات'' کے عنوان پر پڑھ کر سنایا۔ انھوں نے حضور حافظ ملت کی تحقیقی تحریروں کا تجزیہ کرتے ہوئے مولانا مبارک حسین مصباحی کے دور ادارت کی معنوی اور زمانی اعتبار سے سب سے بلند قرار دیا۔ آخر میں خطبہ صدارت پیش کرتے ہوئے مولانا یٰس اختر مصباحی بانی ومہتمم دارالقلم دہلی نے فرمایا کہ آج مدارس اہل سنت بالخصوص الجامعۃ الاشرفیہ کو اس بات کا احساس ہے کہ زمانے کے تقاضے کیا ہیں اور زبان وقلم کے ذریعہ اسلام اور مسلمانوں کے لیے کیا کچھ خدمات انجام دینا چاہئیں۔ انھوں نے فرمایا کہ آج کا یہ سیمینار جو فرزندان اشرفیہ کی اپنی نوعیت کی امتیازی اور اولین پیش قدمی ہے جو اگرچہ فی الحال صرف پیغام بیداری ہے لیکن اس سے اتنا ثابت ہوتا ہے کہ مدارس اہل سنت کے درمیان بیداری کا پرچم جامعہ اشرفیہ نے اٹھا رکھا ہے۔ اس نشست کا اختتام ۱۲؍ بجے مفتی عبد المنان کلیمی قاضی شہر مرادآباد کی دعا پر ہوا۔

دوسری نشست: ساڑھے سات بجے سے ۱۱؍ بجے رات تک۔
۱۸؍مئی ۲۰۰۶ء

زیرصدارت پروفیسر سید جمال الدین اسلم ڈائرکٹر البرکات ایجوکشنل انسٹی ٹیوٹ علی گڑھ۔

اس نشست میں سات مقالات پڑھے گئے۔ تلاوت قرآن اور نعت پاک کے بعد پہلا مقالہ ڈاکٹر امجد رضا امجد مدیر سہ ماہی ''رفاقت'' پٹنہ نے اخبار ''تحفۂ حنفیہ: تعارف وجائزہ'' کے عنوان سے پڑھ کر سنایا جس میں انھوں نے دعویٰ کیا کہ اس اخبار نے بہار میں مذہبی صحافت کی بنیاد ڈالی۔ اس کے بعد ''میڈیا اور دہشت گردی'' کے عنوان پر ڈاکٹر شفیق اجمل مصباحی بنارس نے اپنا مقالہ پیش کیا۔ تیسرا مقالہ ''انٹرنیٹ پر اسلام مخالف مواد: ایک تنقیدی جائزہ'' کے عنوان سے مولانا حبیب اختر مصباحی استاذ شعبۂ کمپیوٹر جامعہ اشرفیہ نے پڑھ کر سنایا جس میں بتایا

کہ انٹرنیٹ پر بہت سا ایسا مواد ہے جو اسلام اور مسلمانوں کے حق میں سخت مضر ہے۔ مثلاً ۱۹۹۹ء میں امریکہ سے شائع ہونے والے ''الفرقان الحق'' انٹرنیٹ پر موجود ہے جس میں اسلام کے بنیادی اصولوں اور قوانین حیات پر انگشت نمائی کی گئی ہے۔ جیسا کہ لکھا ہے کہ زنا کی سزا رجم اسلامی نہیں اختراعی ہے، چور کا ہاتھ کاٹا جانا بھی اسلامی نہیں ہونا چاہیے۔ تعدد ازدواج کی اجازت بھی قدیم عہد میں تھی جب بیوہ اور بے سہارا عورتوں کی کفالت پر حکومتیں توجہ نہیں دیتی تھیں۔ بائبل ڈاٹ کام میں قرآن کے آسمانی کتاب ہونے پر متعدد اعتراضات کیے گئے ہیں، مثلاً قرآن کے احکام میں نسخ ہوا ہے جب کہ خدائی احکام میں تبدیلی ممکن نہیں۔ بائبل کے مقابلے میں اخلاقیات کی کمی ہے۔ بائبل کی مخالفت کی گئی ہے، بہت سے مقامات پر تضاد ہے وغیرہ ،لہذا ایسی کتاب آسمانی نہیں ہوسکتی۔ انٹرنیٹ پر بہت سے اسلامی مخالف مواد اسلامی مخالف مواد اسلامی تعلیمات کے نام سے موجود ہیں۔ افسوس اس بات کا ہے کہ میڈیا اور خاص کر انٹرنیٹ پر ہماری گرفت مضبوط نہیں ہے۔ مقالہ خاص توجہ سے سنا گیا اور بہت پسند کیا گیا۔ اس مقالے کے اختتام پر صدر اجلاس نے تبصرہ کرتے ہوئے فرمایا کہ اب ہمارے علمائے کرام کے ذہنوں میں یہ بات محفوظ ہو جانا چاہیے کہ اسلام کے دفاع وتحفظ کے لیے انٹرنیٹ کا استعمال وقت کی اہم ضرورت ہے۔

چوتھا مقالہ ''تاج دار ویکلی بمبئی: تعارف و جائزہ'' کے عنوان سے ڈاکٹر صابر سنبھلی مراد آبادی کا تھا جسے مولانا راحت علی مصباحی نے پڑھ کر سنایا۔ پانچواں مقالہ ''اسلامی صحافت میں علمائے اہلِ سنت کا کردار'' کے عنوان سے ڈاکٹر عبدالنعیم عزیزی مدیر اعلیٰ ''اسلامک ٹائمس'' بریلی نے پیش کیا جس میں انھوں نے اسلامی صحافت کے مفہوم کی وضاحت، آزادی ہند سے قبل اور بعد کی اسلامی صحافت کے حوالے سے اہلِ سنت کے کردار کا عہد بہ عہد تاریخی جائزہ پیش کیا۔ چھٹا مقالہ مولانا صدر الاسلام مصباحی، جواہر لال نہرو یونیورسٹی دہلی نے ''فرزندان اشرفیہ بہ حیثیت مدیر'' کے موضوع پر پیش کیا جس میں مصباحی حضرات کے زیر ادارت ملک وبیرون ملک سے نکلنے والے اردو اور انگریزی زبان کے رسائل وجرائد کا تعارف وتجزیہ کرتے ہوئے نو فارغ فرزندانِ اشرفیہ کی موجودہ ادارتی سرگرمیوں کا جائزہ لیا۔ انہوں نے ہمہ جہت کام کرنے کی ضرورت کا احساس دلاتے ہوئے فرزندانِ اشرفیہ کی صحافتی وادارتی خدمات کے صرف مذہبیات تک محدود ہونے پر اظہار افسوس کیا۔ اس نشست کا ساتواں اور آخری مقالہ اسلام اور عیسائی میڈیا ایک تاثر'' کے موضوع پر ڈاکٹر موصوف احمد استاذ علی گڑھ مسلم یونیورسٹی نے پیش کیا۔ مقالہ خوانی کے بعد صدر اجلاس کی اجازت پر ڈاکٹر سراج اجملی شعبۂ اردو مسلم یونیورسٹی علی گڑھ نے صبح اور شام کی دونوں نشستوں پر خیالات وتاثرات ظاہر فرمائے۔ انھوں نے پہلی بار اشرفیہ آمد پر بے پناہ مسرت وخوشی کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا کہ بعض لوگ اشرفیہ کے تعلق سے غلط سلط خبریں پھیلا کر بدظن کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ خود میرے ساتھ بھی ایسا کیا گیا مگر الحمدللہ! آج جب میں اپنے ماتھے کی آنکھوں سے اس چمنِ عزیزی کی زیارت کر رہا ہوں تو میرے سامنے دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی (علیحدہ) ہوگیا۔ اس نشست میں چونکہ ہر مقالہ کے بعد کچھ تبصرہ ہوتا رہا تھا اس لیے آخر میں وقفۂ سوالات وجوابات نہیں رکھا گیا۔ اختتام ۱۱/ بجے شب حضرت مولانا عبدالمبین نعمانی کی دعا پر ہوا۔

تیسری نشست کا آغاز ۱۹ مئی ۲۰۰۶ء بروز جمعہ صبح ساتھ بجے مفتی عبدالمنان کلیمی مفتی شہر مراد آباد کی صدارت میں ہوا۔

اس نشست میں کل ۹/ مقالے پڑھے گئے جن میں پہلا مقالہ تنظیم کے نائب صدر مولانا ادریس بستوی نے پیش کرتے ہوئے فرمایا کہ ماہنامہ اشرفیہ بنیادی طور پر ایک کامیاب مذہبی رسالہ ہے جو دین وملت کی خدمات انجام دیتا ہے مگر وقتاً فوقتاً قومی وملی مسائل اور تاریخ وسیاست پر بھی مضامین شائع کرتا ہے۔ دوسرا مقالہ ڈاکٹر اعجاز انجم لطیفی ، مدیر ماہنامہ اعلیٰ حضرت بریلی نے ''ماہنامہ نوری کرن بریلی: تعارف و جائزہ'' کر موضوع پر اور تیسرا مولانا سجاد عالم مصباحی جامعہ ملیہ

اسلامیہ، دہلی نے ''انگریزی اخبارات ورسائل میں اسلام مخالف سرگرمیاں'' کے عنوان سے پیش کیا۔ مولانا سجاد عالم مصباحی نے اپنے مقالے میں کہا کہ میڈیا کے مثبت ومنفی دونوں پہلوؤں کو سمجھنا ضروری ہے۔ یہ جاننا بھی ضروری ہے کہ خبریں کس سماجی، سیاسی اور معاشی پس منظر میں پیش کی جارہی ہیں اور انھیں عوام کس پس منظر میں سمجھتے ہیں۔ انھوں نے کہا کہ میڈیا میں لکھنے والے اکثر سیکولر قلم کار ہوتے ہیں اور بسا اوقات اسلام کی ترجمانی بھی کرتے ہیں۔ مگر وہ اسے زیادہ اہمیت نہیں دیتے، نہ انھیں اس کے بارے میں زیادہ معلومات ہوتی ہیں، اس لیے ان کے متوازن ومتبادل طبقۂ اہلِ علم وقلم کو آگے آنے کی ضرورت ہے۔ اسی کے ساتھ چار کام بہت ضروری ہیں۔ سوچ کو بدلا جائے، میڈیا کی طاقت حاصل کی جائے، جدید رجحانات کو سمجھا جائے اور اپنے غلط کردار وعمل سے میڈیا کو غلط نمائندگی کرنے کا موقع نہ دیا جائے۔ چوتھا مقالہ ڈاکٹر حمایت جائسی سب ایڈیٹر روزنامہ راشٹریہ سہارا لکھنؤ نے ''فرقہ وارانہ فسادات اور میڈیا کا کردار'' کے عنوان پر پیش کرتے ہوئے میڈیا کے مثبت ومنفی دونوں پہلوؤں پر بڑی اچھی گفتگو فرمائی۔ پانچواں مقالہ ڈاکٹر صابر سنبھلی نے ''ماہنامہ اہلِ سنت سنبھل: تعارف وجائزہ'' پڑھ کر سنایا اور ماہنامے کا مختلف جہتوں سے تعارف وتجزیہ کرتے ہوئے فرمایا کہ رسالے کو بعض اہم اہلِ علم حضرات کا علمی وقلمی تعاون حاصل تھا۔ چھٹا مقالہ ڈاکٹر سراج اجملی شعبۂ اردو مسلم یونیورسٹی علی گڑھ نے ''اسلام اور دہشت گردی'' کے موضوع پر پیش کرتے ہوئے اسلام کے خلاف میڈیا کے کردار کو شدید تنقید کا نشانہ بنایا۔ عصر حاضر کی مناسبت سے بعض مفید تجاویز کا ذکر کرتے ہوئے کہا کہ آج ضرورت ہے کہ کیو.ٹی وی جیسے اسلامی چینل کھولے جائیں۔ مختلف مذاہب کے جانکار تربیت یافتہ افراد تیار کیے جائیں۔ غیر مسلموں کے سامنے صحیح اسلامی تعلیمات پیش کی جائیں۔ مذہبی جلسوں کے اسٹیجوں سے غیر مسلموں تک اسلام کی صحیح تصویر پیش کی جائے اور اسلامی اخلاقیات اور انسان دوستی پر مشتمل مضامین زیادہ سے زیادہ شائع کیے جائیں۔ ساتواں مقالہ ''اسلامی بنیاد پرستی اور میڈیا'' مولانا محمد اسحاق مصباحی رام پوری نے پڑھ کر سنایا۔ انھوں نے فرمایا کہ میڈیا سے بہت زیادہ گھبرانے کی ضرورت نہیں کیوں کہ اس میں سیکولر افراد بھی موجود ہیں اور وہ اسلام کے موافق بھی لکھتے ہیں البتہ انھیں اسلام کی معلومات زیادہ حاصل نہیں ہوتیں اس لیے ان تک صحیح تعلیمات اسلامیہ پہنچانا چاہیے، ہمیں خود بھی لکھتے رہنا چاہیے۔ افسوس یہ ہے کہ ہماری باتیں اردو تک محدود ہیں۔ آٹھواں مقالہ مولانا اشرف الکوثر مصباحی دارالقلم دہلی نے ''میڈیا میں ہمارا کردار کیسے موثر ہو'' کے موضوع پر پیش کرتے ہوئے فرمایا کہ آج مغرب کی قیادت زوال آمادہ ہے اور اب ہمیں آگے آنا ہوگا۔ انھوں نے میڈیا میں اپنے کردار کو موثر بنانے کے تعلق سے کہا کہ اس کے لیے ضروری ہے کہ میڈیا کورس کیے جائیں۔ علمائے کرام طلبا کو میڈیا کی جانب توجہ دلائیں۔ کسی سے بوقت مخاطبہ سنجیدہ زبان اور اخلاق کا خصوصی لحاظ رکھا جائے۔ طرزِ استدلال میں تبدیلی لائی جائے اور معقولیت اور سائنٹفک طریقے کو بنیادی حیثیت دی جائے۔

مقالات خوانی کے بعد صدرِ اجلاس مفتی عبالمنان کلیمی نے خطبۂ صدارت پیش کیا، جس میں انھوں نے فرمایا کہ الجامعۃ الاشرفیہ اہل سنت کا مکمل ایک ترجمان ہے۔ حافظ ملت شاہ عبدالعزیز بانی الجامعۃ الاشرفیہ کا فرمان ہے کہ تقریر وتدریس سے کہیں مشکل فنِ تحریر وتصنیف ہے، مگر فرزندانِ اشرفیہ نے اسے ساری دنیا میں آسان بنا کر پیش کیا ہے۔ حصولِ مقصد کے لیے تشخص کو باقی رکھتے ہوئے کام کرنے کا درس انھیں بریلی اور مبارک پور سے ملا ہے۔ نشست کا اختتام حضرت عزیز ملت علامہ شاہ عبدالحفیظ سربراہِ اعلیٰ جامعہ اشرفیہ کی دعا پر ہوا۔

چوتھی نشست: ساڑھے سات بجے تا ۱۱ بجے شب۔ ۱۹ مئی ۲۰۰۶ء
زیرِ صدارت: حضرت عزیز ملت علامہ شاہ عبدالحفیظ صاحب سربراہ، اعلیٰ جامعہ اشرفیہ:

اس نشست میں صرف دو مقالے پڑھے گئے، جن میں پہلا

مقالہ مولانا مقبول مصباحی سب ایڈیٹر مسلم ٹائمس ممبئی نے ''مدارس اسلامیہ اور میڈیا کا کردار'' کے عنوان سے پیش کیا، جب کہ دوسرا ڈاکٹر خواجہ اکرام، ماس میڈیا کورس انچارج، جواہر لال نہرو یونیورسٹی، دلّی نے ''فنِ صحافت اور اس کے ذیلی شعبے'' کے موضوع پر پڑھ کر سنایا۔ ڈاکٹر خواجہ اکرام نے اپنے مقالے میں میڈیا کی اہمیت بتاتے ہوئے فرمایا کہ فنِ صحافت اتنی ترقی کر گیا ہے کہ حیرت ہوتی ہے کہ اسے کیا نام دیا جائے، سماجی ادارہ کہا جائے یا محض تماشا۔ انھوں نے کہا کہ آج صحافت کا نہ اپنا کوئی معیار ہے نہ کوئی نقطۂ نظر۔ اس کے سامنے صرف اقتصادی فائدے ہیں۔ ڈاکٹر صاحب نے فرمایا کہ عہدِ حاضر میں مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ میڈیا میں تجارتی نقطۂ نظر سے اپنا اثر پیدا کریں۔

پروفیسر سید جمال الدین اسلم نے ''انگریزی اخبارات و رسائل کی اسلامی مخالف سرگرمیاں'' کے موضوع پر اپنے خیالات کا اظہار فرمایا۔ آپ نے اپنے موضوع پر تفصیلی گفتگو کے بعد فرمایا کہ آج کے علمی دور میں ہماری تحریریں سنجیدہ ہونا چاہیے اور ادبی عمل یا تنقید کرتے وقت علمی رویہ ہونا چاہیے۔ انھوں نے فرمایا کہ آج کے دور میں ضروری ہے کہ تشخص کو باقی رکھتے ہوئے غیر جانب دار ہو کر لکھا جائے۔ پروفیسر اسلم صاحب کی اس گفتگو کے بعد ڈاکٹر سراج اجملی، حضرت مولانا عبد المبین نعمانی، ڈاکٹر صابر سنبھلی، ڈاکٹر عبد النعیم عزیزی بریلوی، ڈاکٹر نوشاد عالم چشتی، مولانا سلمان فریدی مصباحی (مسقط) مولانا سجاد عالم مصباحی دہلی، قاری رئیس دار العلوم نور الحق چرہ محمد پور، ڈاکٹر محبّ الحق گھوسی، ڈاکٹر خواجہ اکرام، جے، این، یو، دہلی۔ مفتی عبد المنان کلیمی، مولانا ادریس بستوی اور مولانا یٰسین اختر مصباحی نے سیمینار سے متعلق اپنے خیالات و تاثرات کا اظہار کیا اور اس اقدام کو ملّت کے لئے خوش آئند قرار دیتے ہوئے تنظیم کے جنرل سکریٹری مولانا مبارک حسین مصباحی اور دیگر ارکان اور ذمہ داران تنظیم کو بڑے جذباتی انداز میں مبارکباد پیش فرمائی۔ مولانا یٰسین اختر مصباحی نے اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا کہ میڈیا سے متعلق یہ دوروزہ سیمینار اپنے اعلیٰ مقاصد کے ساتھ صدفی صد کامیاب رہا۔ مولانا مبارک مصباحی نے آخر میں مقالہ نگاروں کی تفصیل پیش کی اور ان مقالہ نگاروں کے اسما بھی پیش کیے جن کے مقالے موصول ہوئے لیکن وہ کسی وجہ سے شریک سیمینار نہ ہو سکے۔ مولانا مبارک حسین مصباحی نے فرمایا کہ تنظیم کا آئندہ پروگرام یہ ہے کہ اسی موضوع پر لکھنؤ، دہلی، بمبئی اور کلکتہ میں بھی سیمینار کا انعقاد ہوگا۔

آخر میں حضرت عزیز ملت علامہ شاہ عبد الحفیظ صاحب سربراہِ اعلیٰ الجامعۃ الاشرفیہ نے خطبۂ صدارت پیش کیا، جس میں انھوں نے مندوبین و حاضرین کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ ''ہمارے اور آپ کے لیے یہ مسرت و سعادت کی بات ہے کہ ملک کے مختلف مقامات سے ہم یہاں الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور کے زیر سایہ جمع ہو کر قوم و ملت کے ایک حساس موضوع اور ایک اہم ضرورت پر غور و فکر کر رہے ہیں اور اس کے ہر پہلو پر اپنی اپنی بساط کے مطابق اظہارِ خیال کرتے ہوئے مستقبل کے کسی ایسے خاکے اور لائحۂ عمل کی ترتیب و تدوین میں ہم اجتماعی طور پر سرگرداں ہیں جو ہمارے ماضی و حال کے تشخص و شناخت کے ساتھ ہمیں مطلوبہ کامیابی و کامرانی کی راہ پر گامزن اور منزلِ مقصود سے قریب تر کر سکے۔'' انھو نے مزید فرمایا کہ ''زندہ قوموں کا یہ طریقہ اور وطیرہ ہوتا ہے کہ ان کے اصحابِ علم اور اربابِ دانش ماضی کی وراثت کو سینے سے لگا کر آگے بڑھتے ہیں اور گرد و پیش کے حالات پر کڑی نظر رکھتے ہیں تا کہ وہ یہ جان سکیں کہ کن کن مسائل کا انھیں سامنا کرنا پڑ رہا ہے اور کن کن چیلنجوں سے ان کا سامنا ہے۔''

نشست کا اختتام صلوٰۃ و سلام اور حضرت عزیز ملت کی دعا پر ۱۱ بجے شب میں ہوا۔

(رپورٹ: مولانا ناصر رام پوری)

''مجلس شرعی'' الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور (ہند) کا تیرھواں اجماعی فقہی سیمینار

جدید فقہی مسائل کے حل کے لیے فقہاے امت کا مثالی اجتماع

رپورٹ : علامہ مبارک حسین مصباحی*

الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور کی ''مجلس شرعی'' بساطِ عالم پر پیدا ہونے والے جدید فقہی مسائل کے حل کے لیے ایک معتبر نام ہے۔ اب تک درجنوں نو پید مسائل پر کل تیرہ سیمینار منعقد ہو چکے ہیں، جن کی عملی کامیابی کے نتائج اور اہل تحقیق و افتاء کے متفقہ فیصلے آپ ماہنامہ اشرفیہ (مبارکپور، انڈیا) کے صفحات میں پڑھتے آرہے ہیں۔ بفضلہٖ تعالیٰ ملک اور بیرون ملک میں مجلس شرعی کے فیصلوں کو احترام کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے اور ملکی و غیر ملکی اخبارات و رسائل (بشمول معارف رضا کراچی) نے ماہنامہ اشرفیہ کے حوالے سے انھیں شائع بھی کیا۔ ہم اس فکری تعاون اور اشتراک اشاعت پر ان ارباب صحافت کے شکر گزار ہیں۔

عام طور پر دارالافتاء میں انفرادی طور پر جدید فقہی مسائل کا حل پیش کیا جاتا تھا، جس کے نتیجے میں مفتیانِ کرام کی مختلف آرا سامنے آتی تھیں۔ یہ ایک ناقابلِ انکار سچائی ہے کہ مفتیان کرام کا اختلاف اخلاص نیت پر ہی مبنی ہوتا ہے۔ لیکن امت مسلمہ کے لیے یہ ایک سخت مرحلہ ہوتا ہے کہ وہ کس پر عمل کرے اور کس کو ترک کرے۔ اس کشمکش میں کئی بار ایسا ہوا کہ عوام و خواص تحقیقی نقطۂ نظر کو نظر انداز کر کے اپنے علمی مراکز اور اپنی خانقاہوں کے نظریات کی حمایت میں کھڑے ہو گئے۔ نو پید مسائل کی تحقیقات اور فقہی مسائل کے ردّ و قبول میں یہ ایک غیر علمی رویہ ہے، جس کی حوصلہ شکنی ہونا چاہیے۔ فقہی مسائل میں مشربی بالا دستی کے بجائے شرعی دلائل کی ترجیحات کا وزن محسوس کرنا چاہیے، یہی شریعت مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا حقیقی تقاضا بھی ہے۔ کسی دینی مسئلہ میں جواز اور عدم جواز کا فیصلہ کرنا نیابت مصطفیٰ کا انتہائی عظیم اور نازک منصب ہے، خدا ترسی، اخلاص نیت اور بھرپور فقہی بصیرت، مصادر شریعت پر گہری نگاہ اور حالات زمانہ پر عقابی نظر اس عظیم منصب کی ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہونے کے لیے بنیادی شرائط ہیں۔ اگر چہ نت نئے مسائل میں فروعی اختلافات کوئی نئی چیز نہیں، لیکن ان اختلافات کے نتیجے میں محاذ آرائی افسوس ناک ہے۔

ان حالات میں جامعہ اشرفیہ نے اجماعِ امت کی فکری بالا دستی کا احترام کرتے ہوئے جدید فقہی مسائل کے حل کے لیے مجلسِ شرعی کی بنا ڈالی اور جغرافیائی و مشربی حد بندیوں کو توڑتے ہوئے اہلِ تحقیق و اہل افتاء کو صدائے عام دی۔ بفضلہٖ تعالیٰ علما و مشائخ کے درمیان فقہ حنفی کی بنیادوں پر اس تحقیقی آواز کو قبولِ عام حاصل ہوا۔ مجلس شرعی کے مباحث میں مجدد اعظم امام احمد رضا قدس سرہ کی تحقیقات اجالوں کی طرح چھائی رہتی ہیں اور قدم قدم پر ایسا محسوس ہوتا ہے کہ مجدد اعظم کی فقہی بصیرت پوری فیاضیوں کے ساتھ شرکاے مجلس کی رہنمائی فرما رہی ہے۔ تیرہویں سیمینار میں حسب ذیل چار موضوعات تھے، (۱) مسائل حج (۲) دنیا کی حکومتیں اور ان کی شرعی حیثیت (۳) روزے کے دنوں میں کان اور آنکھ میں دوا ڈالنے کا حکم (۴) تقلید غیر کب جائز، کب ناجائز؟ چاروں مسائل اپنی ذیلی وسعتوں اور تحقیق طلب گوشوں کے اعتبار سے انتہائی اہم اور معرکہ آرا تھے۔ لیکن اہل علم و تحقیق کی مخلصانہ محنتوں اور اجماعی برکتوں سے حل ہو گئے۔ یہ سلسلۂ تحقیق اگر اسی طرح آگے بڑھتا رہا تو ان شاء اللہ یہ دور اس شناخت کے ساتھ فقہ حنفی کی تاریخ میں ہمیشہ یاد رکھا جائے گا۔

عام طور سے دین سے متنفر اور مغرب زدہ افراد علماے کرام پر طعن و تشنیع کرتے ہیں کہ یہ عہد کے تقاضوں کو نہیں سمجھتے۔ اگر ایسے لوگ

☆ مدیر اعلیٰ ماہنامہ اشرفیہ و رکن مجلس شرعی جامعہ اشرفیہ، مبارکپور، انڈیا۔

اہلِ علم و تحقیق کی بحثوں کو سنیں تو واپسی کا راستہ بھول جائیں۔ زیر بحث مسائل کی ایک ایک شق پر جدید و قدیم علوم کی روشنی میں ایسی ایسی تحقیقیں پیش ہوتی ہیں کہ ناظرین ورطۂ حیرت میں ڈوب جاتے ہیں اور وقتِ ضرورت ڈاکٹروں وکلاء ججوں سے بھی رابطہ کیا جاتا ہے تاکہ عصری منظرنامے کی پوری تصویر مفتیانِ کرام کی نگاہوں میں آ جائے اور وہ فقہ حنفی کے اصول و جزئیات کی روشنی میں کوئی فیصلہ کر سکیں۔ بحث و تحقیق کے بعد علما کے درمیان جو رخ بہ اتفاق رائے طے پاتا ہے، بطور فیصلہ نوٹ کر دیا جاتا ہے۔ جدید و قدیم علوم کی روشنی میں صادر ہونے والے فیصلوں کو عصری تقاضوں کی لاعلمی کا الزام لگانا نادانی اور ہٹ دھرمی ہے۔ عصری تقاضوں کے دباؤ میں جواز اور عدم جواز کے ایسے فیصلے صادر کرنا کہ ہم فقہ حنفی کی بنیادوں سے ہٹ جائیں، امتِ مسلمہ کے لیے رحمت نہیں بلکہ زحمت کی راہ ہموار کرنا ہے۔ اسپین میں مسلمانوں کے اسبابِ زوال میں ایک یہ بھی ہے کہ وہاں جدیدیت کے نام پر ایک طبقے نے اصل شرعی مآخذ سے گریز کرنا شروع کر دیا تھا۔ مسلمانوں نے جب بھی اپنے بزرگوں کی شاہ راہوں سے اتر کر نوخیز پگڈنڈیوں پر چلنا شروع کیا ہے، ہر قدم پر وہ اپنی منزل سے دور ہی ہوتے چلے گئے ہیں اب اس تجربہ کا دہرانا عقل مندی نہیں نادانی ہے اور بھٹکے ہوئے آہو کو سوئے حرم لے جانے کے بجائے مغرب کی بھول بھلیوں میں لے جانا ہے جہاں نہ ہماری منزل ہے اور نہ واپسی کا راستہ۔

گفتگو کے اس موڑ پر ہم یہ بتا دینا بھی ضروری سمجھتے ہیں کہ عصری اور دینی کسی بھی مسئلہ کی تحقیق کے بعد جو صورتِ حال واضح ہو اسی کو پوری ذمہ داری کے ساتھ بیان کر دینا حق و انصاف اور اس عظیم منصب کے ساتھ دیانت داری ہے۔ وہ چاہے جائز ہو یا ناجائز، اس میں کسی قدر گنجائش ہو یا اپنی سابقہ حالت پر باقی رہے۔ کبھی کبھی ایسا ہوتا ہے کہ ظاہری طور پر لگتا ہے کہ اگر اس مسئلہ میں جواز کا کوئی راستہ نہ نکل سکا تو امت مسلمہ عجیب مشکلات سے دوچار رہے گی۔ لیکن جب غور کیا جاتا ہے اور ساری تہیں کھل کر سامنے آتی ہیں تو اس کے جواز میں اس سے بھی زیادہ خطرناک صورتِ حال سامنے آتی ہے جو امتِ مسلمہ کے لیے زہرِ قاتل ہوتی ہے۔ اس سے ہمارے فقہائے کرام کی دوراندیشی، دینی بصیرت اور علمی گہرائی کے حیرت انگیز مناظر سامنے آتے ہیں اور علمائے عصر کی عقلیں مسلکِ اسلاف کی دہلیز پر سرخمیدہ ہو جاتی ہیں۔

اس ضمن میں ہم یہ عرض کر دینا ضروری سمجھتے ہیں کہ بعض لوگ بڑے دھڑلے سے نو پید مسائل کے سلسلے میں جواز اور عدم جواز کے احکام صادر کرتے رہتے ہیں۔ ان کی آنکھوں میں نہ آدابِ شریعت کی چمک ہوتی ہے اور نہ حقائق شریعت سے آگاہی، وہ زندگی کی ہر روش میں شرعی مسائل کو اپنی ضروریات کے محور پر بدلتے ہوئے دیکھنا چاہتے ہیں، اپنے حالات کو شریعت کے مطابق بدلنے کی زحمت گوارا نہیں کرتے۔ شریعت اسلامیہ کائنات کا عظیم ترین دستور ہے، اس قسم کے لوگوں کے سامنے جب سپریم کورٹ کا کوئی فیصلہ آتا ہے تو اس کے خلاف لب ہلانے اور دو سطر لکھنے کی جرأت نہیں کرتے۔ لیکن خدائی قانون اور نظامِ مصطفیٰ کے خلاف زبان درازی کرنے اور ''اونھ'' کہہ کر تحقیر کرنے میں ذرا بھی خدا ترسی اور شرم ساری پیدا نہیں ہوتی۔ شریعت مصطفیٰ انسانی تاریخ کا سب سے عظیم قانون ہے۔ یہ اس احکم الحاکمین کا نظام ہے جس پر قیامت تک پیدا ہونے والے حالات کا کوئی تقاضا پوشیدہ نہیں۔ اب اس نظامِ الٰہی کی تبلیغ و ترسیل کے لیے انبیائے کرام جلوہ گر نہیں ہوں گے بلکہ یہ علمائے ربانیین ہی ان کی ترسیل و توضیح کا فریضہ انجام دے رہے ہیں اور دیتے رہیں گے، علمائے کرام کے خلاف صدائے احتجاج بلند کرنا دراصل قانونِ الٰہی اور نظامِ مصطفیٰ ﷺ کو چیلنج کرنا ہے۔ علما کی توہین دراصل اسلام بیزاری کا پہلا مرحلہ ہے، عوام و خواص کو اس رخ پر سنجیدگی سے غور کرنا چاہیے۔

مجلسِ شرعی کے فقہی سیمینار میں بڑی تعداد میں ملک بھر سے اربابِ افتاء اور علمائے کرام نے شرکت فرمائی۔ مجلسِ شرعی نے میزبانی کے فرائض انجام دینے میں ہر ممکن کوشش کی جس کی تفصیل آپ ماہنامہ اشرفیہ جون ۲۰۰۶ء کے صفحات میں ملاحظہ فرما سکتے ہیں۔

اپنے دیس ـ ـ ـ ـ بنگلہ دیس میں

فروغِ رضویات کا سفر

۲۶/ویں قسط

صاحبزادہ سید وجاہت رسول قادری

علیم صاحب کے بھتیجے نے باوجود انکار کے مشروبات سے ہماری ضیافت کی۔ یہاں سے فارغ ہوکر راقم سائیکل رکشے پر سوار ہوکر مولانا علیم صاحب کی معیت میں راجشاہی یونیورسٹی کی طرف نکلا راستہ بھر آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھتا رہا کہ یہ کون سی عمارت ہے اور یہ کون سا محلّہ ہے۔ چونکہ بیالیس سال میں سب کچھ بدل چکا تھا۔

۶۳-۱۹۶۲ء میں کبھی سائیکل پر کبھی یونیورسٹی کی بس پر یونیورسٹی جایا کرتا تھا۔ دریا کے کنارے کنارے سیدھی سڑک یونیورسٹی کو جاتی تھی۔ بائیں جانب کچھ مکانات آتے تھے اس کے بعد یونیورسٹی تک کوئی آبادی نہیں تھی البتہ کھیت اور دیہاتیوں کی جھونپڑیاں نظر آتی تھیں راستے میں ایگریکلچر ڈپارٹمنٹ کا ایک ریسرچ فارم آتا تھا جسمیں ریشم کے کیڑوں کی افزائش کی جاتی تھی اور ان سے ریشم کشید کیا جاتا تھا۔ راجشاہی کے ریشم کے کپڑے آج بھی بنگلہ دیش میں بہت مشہور ہیں اور وہ ایگریکلچر ریسرچ انسٹیٹیوٹ آج بھی ویسا ہی قائم ہے۔ البتہ اب اسکے اردگرد کا نقشہ بالکل بدلہ ہوا ہے۔ تین تین چار چار منزلہ عمارات بن گئی ہیں پررونق بازار، مساجد، مدارس اور اسکول قائم ہوگئے ہیں راجشاہی شہر کی وسعت یونیورسٹی کے مین گیٹ بلکہ اس کے آگے تک پہنچ گئی ہے۔ سب کچھ بدلا ہوا نظر آرہا تھا۔ باوجود کوشش کے راقم کسی پرانی عمارت یا جگہ کو پہچان نہ سکا یونیورسٹی کی شاہ راہ بھی پہلے کے مقابلے میں زیادہ وسیع اور صاف ستھری نظر آئی۔ اسی راستہ پر علامہ ڈاکٹر سید ارشاد بخاری زید مجدہ، بانی و صدر اسلامک سینٹر دینار جپور، کے والد ماجد مولانا حافظ شمس الھدیٰ شہید علیہ الرحمۃ کے پیرومرشد حضرت شاہ محمد مختار بخشی علیہ الرحمۃ وسیع وعریض رقبہ پر مزار شریف ایک مدرسہ، مدرسۂ فرقانیہ بخشیہ کے نام سے ہے۔ جہاں اب درس نظامی بھی پڑھایا جارہا ہے اور تقریباً ۲۵ کے قریب طلباء درس نظامی میں داخل ہیں۔ حضرت بخشی علیہ الرحمۃ کا مزار مرجع خلائق ہے۔

اپنی مادرِ علمی جامعۃ راجشاہی کو جب راقم نے اتنی طویل مدت کے بعد دیکھا تو حیرت ہوئی کہ اب یہ اسقدر وسیع وعریض قطعۂ زمین پر پھیلی چکی ہے کہ پورے ایک دن رہ کر بھی اس کی تمام کلیات اور شعبوں کا معائنہ ممکن نہ تھا جبکہ راقم کے پاس بمشکل ایک گھنٹہ اس کام کے لئے تھا۔ شعبۂ اقتصادیات کی عمارت کہ جہاں فقیر نے ایم۔اے اکنامکس کی درسیات پڑھی تھیں ویسی کی ویسی ہی تھی، اس کا سرخ رنگ بھی وہی برقرار تھا۔ پھر ہم لوگ اسی رکشہ پر فارسی ڈپارٹمنٹ کی طرف گئے تاکہ معلوم کیا جائے کہ راقم کے راجشاہی کالج کے استاد حضرت کلیم سہسرامی صاحب کا پتہ معلوم کیا جائے کہ وہ ریٹائرمنٹ کے بعد اب کہاں قیام پذیر ہیں۔ کلیم صاحب نے ۷۰-۱۹۶۹ء میں تہران یونیورسٹی فارسی میں پی۔ایچ۔ڈی کی تھی۔ واپسی وہ راجشاہی یونیورسٹی میں شعبۂ فارسی میں استاد ہوگئے تھے اور مشرق پاکستان کے ہائیکورٹ کے ایک بنگالی جج صاحب کی صاحبزادی سے ان کی شادی ہوگئی تھی۔ فارسی کے شعبۂ سے پتہ چلا کہ کلیم صاحب کو ریٹائرڈ ہوئے کافی مدت ہوچکی ہے۔ غالباً ۹۳-۱۹۹۲ء میں ریٹائیرڈ ہوگئے۔ پہلے وہ راجشاہی ہی میں اپنی اکلوتی صاحبزادی کے ساتھ جو راجشاہی میں کسی کالج میں لکچرار تھیں رہتے تھے پھر جب ان کا تبادلہ سلہٹ ہوگیا تو ان کے ساتھ وہاں چلے گئے اور آج کل وہ سخت علیل اور صاحب فراش ہیں۔

پھر ہم لوگوں نے گھوم پھر کر یونیورسٹی کا جائزہ لیا سڑکیں بڑی صاف وشفاف ہیں۔ ہر طرف صفائی ستھرائی کا نہایت عمدہ انتظام ہے۔ جدھر دیکھوں ہریالی ہی ہریالی ہے۔ جگہ جگہ بڑے بڑے لان اور ہری

بھری جھاڑیوں اور رنگ برنگے پھولوں کی گلکاریاں نظر آ رہی تھیں۔ درختوں کی دونوں جانب دو رویہ طویل قد آور، گھنے سایہ دار درختوں کا منظر بڑا خوشنما نظر آ رہا تھا۔ راقم کے زمانۂ طالب علمی کی چند پرانی عمارات کے علاوہ دیگر عمارات نہایت کشادہ بلند و بالا اور جدید تعمیر کا نمونہ تھیں۔ سنا ہے کہ یونیورسٹی کا آڈیٹوریم بھی کافی کشادہ ہے اس میں کئی ہزار افراد کی نشستوں کی گنجائش ہے۔ ہم انہی خوشنما قدرتی مناظر سے لطف اندوز ہونے میں مست تھے کہ سائیکل رکشہ والے نے مولانا علیم سے کہا کہ ''جودی آپنی اِیکھانے ایتودیری کورین تو آپنی ٹرین دھورتے پابین نا''۔ اگر آپ نے یہاں زیادہ تاخیر کی تو آپ ٹرین نہیں پکڑ سکیں گے کیونکہ اسٹیشن تک کا راستہ طویل تھا اور پھر سائیکل رکشہ کا سفر تھا۔ ہم لوگ بادلِ ناخواستہ رکشہ میں سوار ہوئے اور راجشاہی ریلوے اسٹیشن پہنچ کر پہلے ہم مولانا معین الاسلام اشرفی صاحب کی مسجد جو ریلوے اسٹیشن کے عقب میں تھی گئے۔ ہمیں ریلوے اسٹیشن کے پل پر سے مختصر راستہ اختیار کر کے جانا پڑا۔ یہ علاقہ سیرول کالونی کہلاتا ہے۔ راجشاہی شہر میں یہ اردو بولنے والے (بہاریوں) کی سب سے بڑی بستی تھی۔ اب بھی یہاں بہت بڑی تعداد میں یہ لوگ آباد ہیں ۱۹۷۰ـ۷۱ کے ہنگاموں اور قتل و غارت گری سے بہت حد تک یہ بستی محفوظ و مامون رہی۔ مولانا اشرفی کی مسجد میں ہم لوگوں نے اپنا سامان رکھا۔ وہاں پر دعوتِ اسلامی کے تقریباً چھ سات نوجوانوں سے ملاقات ہوئی جو مقامی تھے ان میں زیادہ تر اردو بولنے والے تھے۔ جب راقم نے ان سے اپنا تعارف کروایا تو یہ نوجوان بہت خوش ہوئے۔ انہوں نے بتایا کہ راجشاہی میں بحمد اللہ دعوتِ اسلامی کا کام بطریق احسن فروغ پذیر ہے۔ اور مقامی اجتماعات علاقوں اور محلّوں میں ہوتے رہتے ہیں۔ پاکستان سے بھی مبلغین کی ٹیمیں آتی رہتی ہیں لیکن ابھی کمشنری کی سطح پر (واضح ہو کہ بنگلہ دیش میں کوئی صوبہ نہیں ہے۔ بلکہ پاکستان کے وقت جو کمشنریاں تھیں انہی کو انتظامی یونٹ بنا دیا گیا ہے) کوئی اجتماعی پروگرام نہیں ہو پایا ہے۔ لیکن انہوں نے اس عزم کا اظہار کیا کہ پاکستان سے اسی سلسلے میں مبلغین کا ایک وفد آنے والا ہے ان شاء اللہ کمشنری کی سطح پر جلد اجتماعات کے پروگرام کا لائحۂ عمل بن جائے گا اور آئندہ سال سے اس پر عمل درآمد بھی شروع ہو جائے گا۔

انہوں نے ہمیں ٹھنڈا پانی پلایا۔ پھر مولانا اشرفی کو بلانے کے لئے ایک صاحبزادے کو بھیجا۔ ہم لوگوں نے حاجاتِ ضروریہ سے فارغ ہو کر وضوء کیا۔ پھر مسجد میں آ کر بیٹھے ہی تھے کہ مولانا معین الاسلام اشرفی صاحب تشریف لے آئے۔ مولانا نے بہت گرم جوشی سے ہمارا استقبال کیا۔ اور وہاں موجود دعوتِ اسلامی کے اور دیگر حضرات سے ہمارا تعارف کرایا۔ مسجد میں اپنے حجرہ میں لے گے انہوں نے بتایا کہ مسجد کے پیچھے ہی منظر اسلام کے نام سے ان کا ایک مدرسہ ہے اسی میں ان کی اپنی رہائش گاہ بھی ہے۔ مقامی لڑکوں کے علاوہ ۲۵ تا ۳۰ مسافر، بچے یہاں حفظ و ناظرہ اور کچھ ابتدائی کتب کی تعلیم حاصل کرتے ہیں لیکن درس نظامی کا مکمل کورس نہیں ہوتا ہے اسلئے کہ اسکے لئے بنگلہ دیش میں اساتذہ نہیں ہیں۔ وہ خود منظر اسلام بریلی شریف سے فراغت یافتہ ہیں اور طریقت میں حضرت مولانا پیر طریقت مولانا مدنی اشرفی میاں صاحب علیہ الرحمۃ سے شرف بیعت (اور غالباً خلافت) بھی رکھتے ہیں۔ انہوں نے ہمیں۔ نہات پر تکلف کھانا کھلایا۔ آم کا موسم تھا راجشاہی کے بہترین لنگڑے آم کھلائے اور مشروب میں سیون اپ پیش کیا۔ غرض بڑی خاطر مدارات کی ''اشرفی'' کے نام سے بنگالی میں ایک ماہنامہ بھی نکالتے ہیں۔ مولانا علیم فقیر کو مسجد میں چھوڑ کر یہ کہہ کر گئے کہ وہ ٹرین کا ٹکٹ لے کر آتے ہیں۔ لیکن جب واپس لوٹے تو انہوں نے بتایا کہ ٹرین کافی لیٹ ہے لہذا اس سے بہتر ہے کہ ہم بس سے سفر کریں اور ان شاء اللہ رات ہونے تک ہم دیناجپور پہنچ جائیں گے۔ پھر وہ بس کا ٹکٹ لینے چلے گئے۔ واپس آئے تو بتایا کہ ائر کنڈیشن بس میں جگہ نہیں ملی اور دوسری بس شام چھ بجے ملے گی اسلئے عام بس کا ٹکٹ لے لیا۔ لیکن بس کی سیٹیں کشادہ اور آرام دہ ہیں آپ کو بیٹھنے میں کوئی تکلیف نہ ہوگی۔ باوجود اصرار کے انہوں نے کھانا ہمارے ساتھ

نہیں کھایا ویسے بھی علیم صاحب کھانے کے معاملے میں کنجوس ہیں نوجوان آدمی ہیں لیکن کھانا بہت ہی کم کھاتے ہیں۔ خیر کھانا کھا کر تھوڑی دیر راقم نے مولانا اشرفی صاحب کے حجرے میں آرام کیا۔ اشرفی صاحب خود بس اسٹینڈ تک ہمیں چھوڑنے آرہے تھے فقیر نے انہیں منع کیا۔ راقم نے ان کو دعوتِ اسلامی کے نوجوانوں کی سرپرستی کرنے کی تاکید کی۔ انہوں نے بتایا کہ راجشاہی شہر میں ان کی مسجد دعوتِ اسلامی کا مرکز ہے اور یہ کہ وہ خود ان نوجوانوں کی ہمت افزائی کرتے ہیں۔

انہوں نے یہ بھی کہا کہ آپ امیر دعوتِ اسلامی حضرت مولانا الیاس قادری صاحب مدظلہٗ العالی تک ہمارا یہ پیغام پہنچائیں کہ اب دعوت اسلامی کا سالانہ مرکزی اجتماع بنگلہ دیش میں شروع کریں اور اسکے لئے چٹاگانگ کا انتخاب کریں۔ انہوں نے پاکستان خصوصاً کراچی کے قادری رضوی اشرفی، نقشبندی اور دیگر سلاسل کے بزرگوں اور زعماء اہلسنت کو سلام پہنچانے کے لئے کہا۔ بس اسٹینڈ تک پہنچانے دعوت اسلامی کے کچھ نوجوان بھی آئے۔

پونے چار بجے کے قریب بس راجشاہی سے روانہ ہوئی۔ راستے میں بوگرہ، شانتاہار، جے پور ہاٹ، رنگپور کے شہر آئے۔ تقریباً ساڑھے ۹ بجے رات بس نے ہمیں سید پور میں اتارا۔ راجشاہی شہر سے باہر نکلنے کے بعد جب ہم بوگرا شہر سے گذرنے لگے تو ہلکی بارش شروع ہوگئی تھی۔ سید پور تک یہی حال رہا۔ لیکن دیناجپور میں بارش شدید تھی سید پور سے ہم ایک دوسری بس میں سوار ہوئے۔ تقریباً ۱۰ بجکر ۴۰ منٹ پر ہم دیناجپور شہر میں داخل ہوئے۔ مین بس اسٹینڈ سے قبل مولانا علیم صاحب نے اسلامک سینٹر کے قریب ڈرائیور سے کہہ کر بس رکوائی۔ یہاں سے ہم سائیکل رکش میں سوار ہوکر جب علامہ ارشاد بخاری کے درِ دولت پر پہنچے تو بارش سے بھیگ چکے تھے۔ ڈاکٹر ارشاد صاحب نے اپنا کمرہ فقیر کے لئے خالی کردیا تھا حاجاتِ ضروریہ سے فارغ ہوکر وضو کیا۔ نمازِ عشاء ادا کی۔ ارشاد بخاری صاحب کی والدہ ماجدہ فقیر پر بڑا کرم کرتی ہیں اللہ تبارک وتعالیٰ صحت وعافیت کے ساتھ ان کی عمر دراز فرمائے۔ انہیں جب راقم کے آنے کی اطلاع ملی تو انہوں نے اتنی رات گئے پر تکلف کھانے کا اہتما کیا۔ ڈاکٹر ارشاد صاحب کے ساتھ سفر کے حالات اور اسلامک سینٹر کے بعض معاملات پر گفتگو ہوتی رہی رات ایک بجے ڈاکٹر صاحب نے فرمایا آپ تقریباً ساتھ آٹھ گھنٹوں کا بس کا طویل سفر کرکے آئے ہیں۔ اب آپ آرام فرمائیں۔ کل صبح دس بجے اسلامک سنٹر کے احباب سے آپ کی ملاقات اور سلامک سینٹر کے قیام کی ضرورت اور اس کی اہمیت کے موضوع پر ان سب حضرات سے آپ کا خطاب بھی ہے۔ صبح فجر کی اذان کے وقت آپ کو بیدار کردیا جائے گا۔

دوسرے دن ۷ جولائی تھی۔ ۸ جولائی کو شام ۵ بجے پی۔ آئی۔ اے سے کراچی روانگی تھی۔ نمازِ فجر سے فراغت کے بعد ڈاکٹر ارشاد بخاری ناشتہ لیکر کمرے میں تشریف لائے۔ ناشتہ سے فراغت کے بعد انہوں نے کہا آپ کچھ دیر مزید آرام فرمالیں۔ تقریباً دس بجے خوشنود بھائی کار لیکر آئیں گے اور آپ کو اسلامک سینٹر لے جائیں گے۔ فقیر دعاء وظائف سے فارغ ہوکر پھر سوگیا۔ ۹ بجے کر قریب زوردار بارش کی آواز نے جگادیا۔ غسل وغیرہ سے فارغ ہوکر کپڑے بدلے۔ ڈاکٹر ارشاد صاحب کے بلاوے کے انتظار میں بیٹھا تھا۔ خوشنود بھائی اور ان کے دیگر برادران کے بچے اور بچیاں ایک دوبار کی ملاقات سے فقیر سے بہت گھل مل گئے تھے۔ راقم نے ان سب سے یکے بعد دیگرے دریافت کیا کہ کون کیا پڑھتا ہے۔ کس جماعت اور اسکول میں پڑھتا ہے اسکول جانے والے بچے سب کے سب بنگلہ میڈیم سے پڑھ رہے تھے ایک دو ایسے بھی تھے جو انگلش میڈیم اسکول میں پڑھ رہے تھے۔ اردو ان کو پڑھنی نہیں آتی تھی البتہ چونکہ گھر میں اردو بولی جاتی ہے اسلئے وہ اردو بولتے اور سمجھتے ہیں۔ لیکن لب ولہجہ ہم سے بہت مختلف ہے۔ یوں سمجھئے بہاری اور بنگالی لب ولہجہ کا متزاج ہے۔ خوبی کی بات یہ ہے کہ سب بچوں کو نعت شریف کے کچھ نہ کچھ اشعار یاد تھے حتیٰ کے توتلی زبان میں بولنے والے چھوٹے بچے اور بچیاں بھی نعت شریف کے ایک دو اشعار ترنم سے پڑھ لیتے ہیں۔ ایک پیارے سے چھوٹے بچے نے جس کی عمر

بمشکل ۵ سال کی ہوگی جس کا نام ذیشان ہے نہایت ہی ترنم سے بعض نعتوں کے چند اشعار سنائے۔ اس نشست میں فقیر کو ہر ایک نے کچھ نہ کچھ نعتیہ اشعار سنائے۔ طبیعت بہت مسرور ہوئی۔ یہ سب کچھ عزیزی ومحبی ڈاکٹر ارشاد بخاری صاحب کی تربیت اور ان کے روحانی ماحول بنانے اور قائم رکھنے کا نتیجہ ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ سادات کے اس گھرانے کو ابدالآباد تک شاد و آباد رکھے اور یہاں سے درس وتدریس اور رشد و ہدایت کا سلسلہ تا صبح قیامت جاری وساری رہے۔ آمین بجاہ سید المرسلین ﷺ صبح ساڑھے ۱۰ بجے کے قریب خوشنود بھائی، برادر اکبر ڈاکٹر ارشاد صاحب سیاہ رنگ کی ٹیوٹا کرولا کار لے کر آ گئے۔ اسلامک سینٹر تک تمام راستے، میدان اور نالے بارش کے پانی سے بھرے ہوئے تھے۔ ہر طرف جل تھل بارش صبح کچھ دیر کیلئے تھم گئی تھی لیکن جب ہم اسلامک سینٹر کے لئے نکلے تو پھر شروع ہو گئی۔ اسلامک سینٹر کے احاطے میں پانی بھرا ہوا تھا۔ ہم مین گیٹ سے داخل ہو کر سیدھے اسلامک سینٹر کے ایڈمنسٹریٹو بلاک کے برآمدے میں اترے۔ ایک بڑے کمرے میں راقم کو لے جایا گیا۔ یہاں اسلامک سینٹر کے تمام احباب اور ارشاد بخاری صاحب فقیر کی آمد کے انتظار میں تھے۔ گاڑی سے اترتے ہی فقیر کا ڈاکٹر بخاری صاحب نے استقبال کیا اور سیدھے اس کمرے میں لے گئے جہاں تمام احباب انتظار کر رہے تھے۔ اسلامک سنٹر کے احباب سے خطاب میں فقیر نے بتایا کہ کوئی بھی ادارہ چلانے کے لئے سب سے اہم چیز ہدف کا تعین، پھر اس کی پلاننگ پھر مالی اور افرادی وسائل کی فراہمی، پھر ان وسائل کا تدبر وفراست کے ساتھ استعمال وانتظام کہ کم سے کم وسائل سے زیادہ سے زیادہ اہداف کا حصول اور ان کے لئے انتظامیہ میں صاحب فراست اور صاحب استعداد حضرات کا چناؤ نہایت اہم ہے۔ اور یہ بھی ضروری ہے کہ ان میں آپس میں اتحاد واتفاق کے ساتھ ساتھ اخلاص ہو اور عقائد ونظریات میں ہم آہنگی ہو، وغیرہ۔

اس کے بعد فقیر کو زیر تعمیر کام کا معائنہ کرایا گیا۔ راقم نے مشورہ دیا کہ سب سے پہلے ایڈمنسٹریٹو بلاک کی دوسری منزل مکمل ہونی چاہیے۔ تاکہ فرشی منزل پر کمپیوٹر کے کورسز جلد شروع کئے جاسکیں۔ دوسرا مشورہ یہ تھا کہ امام ابوحنیفہ ہال کے نام سے جو وسیع وعریض ہال تعمیر کیا گیا ہے۔ یہاں تقریباً ۳ ہزار افراد کے بیٹھنے کی گنجائش ہے یہاں فوری طور پر اساتذہ تلاش کر کے درس نظامی کی پڑھائی شروع کی جائے۔ نصاب پاکستان کی تنظیم المدارس کا رکھا جائے۔ چند سال بعد جامعہ ازھر سے معادلہ کے لئے معہد الاسلامی، دمشق وشام یا بیروت کے کسی ایسی جامعہ سے اسکا الحاق کیا جائے جس کا جامعہ ازشریف سے معادلہ ہے۔ فقیر نے یہ بھی تجویز رکھی کہ ایسی صورتِ حال میں جبکہ شہر دیناجپور کی ۲۲ مساجد میں سے بمشکل ۲ یا ۳ مساجد اھل سنت و جماعت کے پاس ہیں اسلامک سنٹر کے امام ابوحنیفہ ہال میں پنج وقتہ اور جمعہ کی نماز کا اہتمام کیا جائے۔ جب اسلامک سنٹر کی مجوزہ مسجد تعمیر ہو جائے تو پھر وہاں نماز شروع کی جائے۔

فقیر سواء علامہ ڈاکٹر سید ارشاد احمد بخاری صاحب چیرمین وبانی اسلامک سنٹر کے اسلامک سنٹر کی مینجنگ کمیٹی کے اور کسی رکن کی صلاحیت واستعداد سے واقف نہیں۔ فقیر نے تعارف کے بعد محسوس کیا کہ ایک، دو اراکین بنگلہ دیش کی سیاسی پارٹیوں سے منسلک ہیں، یا ان کی قیادت سے رابطہ رکھتے ہیں۔ فقیر نے جناب ڈاکٹر ارشاد صاحب سے اس موضوع پر علیحدگی میں گفتگو کی اور ایسے حضرات کی انتظامیہ میں موجودگی پر تشویش کا اظہار کیا کہ کہیں وہ اسلامک سنٹر کو اور خود ڈاکٹر ارشاد صاحب کو اپنے ذاتی اور پارٹی مفاد کے لئے استعمال نہ کریں کیونکہ انہیں پتہ ہے کہ ڈاکٹر ارشاد صاحب کی خواتین اسلامک مشن میں دیناجپور کی پچیس ہزار خواتین ممبر ہیں۔ لہذا یہ ایک بہت بڑا ووٹ بینک ہے۔ جو کسی بھی سیاسی پارٹی کی ہار جیت میں اہم کردار ادا کرسکتا ہے۔ تو سید صاحب نے کہا کہ اسلامک سنٹر کے قیام کے مخالف عناصر کی آئے دن کی ریشہ دوانیوں سے بچنے کے لئے ان کے لئے ان حضرات کی انتظامیہ میں شرکت مصلحتاً ضروری امر بن گیا۔

اس دوران موسلا دھار بارش کا سلسلہ جاری رہا۔ اسلامک سنٹر کے اردگرد کھیتوں سڑکوں اور خود اسلامک سنٹر کے احاطے میں پانی بھر گیا تھا۔ یہاں سے فارغ ہوکر بعد نماز ظہر تقریباً ۲ بجے راقم ڈاکٹر ارشاد صاحب کے ساتھ ان کے بھائی کی کار میں ان کے گھر واپس آئے کھانے کے بعد یہ طے ہوا کہ اگر سید پور سے ہوائی جہاز کی سیٹ مل جاتی ہے تو ہمارا ۱۶ر گھنٹہ کا بس کا لمبا سفر آرام دہ ہوجائے گا۔ ڈاکٹر ارشاد صاحب نے کہا کوشش کر کے دیکھ لیتے ہیں۔ دینا جپور میں بنگلہ دیش ایرلائن کا ایک دفتر ہے وہاں سے ٹکٹ کی بکنگ کرا لیتے ہیں۔ لیکن سید پور سے فلائیٹ بارش کے دنوں میں عموماً التواء کا شکار رہتی ہے۔ موسم کی خرابی کی بناء پر ڈھاکہ سے آیا ہوا جہاز اترے بغیر واپس چلا جاتا ہے۔ ایرلائین کے دفتر پہنچے تو انہوں نے بتایا کہ ٹکٹ سید پور ایرپورٹ سے ہی ملے گا۔ چونکہ موسم کی وجہ سے اس کا بالکل بھروسہ نہیں کہ آج جہاز جائے گا یا نہیں۔ دوسرے یہ کہ یہ پروازیں روزانہ کی نہیں بلکہ ہفتہ میں دو یا تین دن چلتی ہیں اگر آج کی فلائیٹ نہ ملی تو پھر پرسوں یعنی ۹ تاریخ کی فلائیٹ پر جاسکیں گے وہ بھی اگر آج جہاز سید پور میں لینڈ کرجاتا ہے تو۔ ہم لوگ پھر ڈھاکہ جانے والی بس اسٹینڈ پر ٹکٹ لینے کے لئے پہنچے۔ انہوں نے بتایا کہ یہاں سے ڈھاکہ کے لئے کوئی ایئر کنڈیشن بس سروس نہیں ہے۔ ہم نے شام ۵ بجے جانے والی بس کا ٹکٹ خریدا، گھر واپس آئے۔ سارا سامان چٹاگانگ سے واپسی پر ڈھاکہ میں ڈاکٹر ارشاد صاحب کے دوست حافظ خلیل الرحمٰن صاحب (ناظم الدین روڈ) کے گھر پر چھوڑ آئے تھے۔ ایک چھوٹا سوٹ کیس ضروری سامان کے ساتھ تھا اس میں اپنا سامان رکھ کر پیک کیا۔ چائے ناشتہ کے بعد ڈاکٹر ارشاد صاحب کے ہمراہ بس اسٹینڈ روانہ ہوئے۔ ڈاکٹر صاحب نے اپنا ایک بریف کیس لے لیا تھا وہ خود فقیر کو الوداع کہنے ڈھاکہ تک ساتھ آرہے تھے۔ حالانکہ وہ چاہتے تو اپنے بھانجے مولانا علیم کو فقیر کے ساتھ کرسکتے تھے لیکن یہ ان کی فقیر کے ساتھ غایت درجہ محبت اور ان کا اخلاقِ عالیہ تھا کہ ایک دن قبل چٹاگانگ سے طویل سفر کر کے ناچیز کو پرٹوکول دیتے ہوئے دیناجپور آئے اور اب پھر واپس طویل بس سفر کے ذریعہ ڈھاکہ چھوڑنے جارہے تھے۔

بعد نماز عصر بس روانہ ہوئی۔ راستہ بھر بارش دھواں دھار ہورہی تھی۔ بنگلہ دیش جو دریاؤں اور چھوٹی چھوٹی ندیوں کا دیس ہے، موسم باراں میں یہ چھوٹے ندی نالے اور بڑے دریا مل کر راستہ بھر سمندر کا سماں پیدا کررہے تھے۔ کھیت کھلیان سب ڈوبے ہوئے تھے۔ تیز ہواؤں کے جھکڑ اور طوفانی تھپیڑوں سے جگہ جگہ درخت جڑوں سے گرے ہوئے ملے۔ بعض جگہ سڑکیں ٹوٹ چکی تھیں، کہیں کہیں کچھ حصہ زیرآب بھی آگیا تھا۔ یہاں کے اخبارات میں بارش اور طوفان سے مرنے والوں کی خبریں روزانہ شائع ہورہی تھیں۔

بارش کی تباہ کاریاں اپنی جگہ تھیں لیکن ۴۲ سال بعد موسلا دھار بارش کے اس نظارہ نے راقم کو بچپن اور جوانی کے دور میں پہنچادیا، دل چاہ رہا تھا کہ بارش میں خوب نہایا جائے، دریا میں تیرا جائے اور موسم باراں سے خوب لطف اندوز ہوا جائے بہرحال راستہ بھر فقیر کے لئے یہ نظارہ بڑا پرکشش رہا۔ راستہ میں ایک جگہ رک کر مغرب کی نماز پڑھی گئی۔ ڈھاکہ پہنچنے کے تقریباً ۲ گھنٹہ قبل ایک رسٹورانٹ پر بس رکی۔ اور بھی بسیں وہاں کھڑی ہوئی تھیں۔ مسافر ستانے اور حاجت ضروریہ سے فراغت اور کچھ چائے پانی نوش کرنے کے لئے بسوں سے اتر اتر کر ریسٹورانٹ میں جارہے تھے۔ ہم لوگ بھی اترے۔ ضروریات سے فراغت کے بعد وضو کیا پھر ڈاکٹر ارشاد صاحب نے فرمایا کہ بھوک لگ رہی ہے، کچھ کھا پی لیں۔ اس ریسٹورانٹ کا کھانا اچھا ہے۔ چائے سے فراغت کے بعد ہم لوگ اپنی بس میں آگئے۔ ریسٹورانٹ کے سامنے کھانے، پینے کی اشیاء ریڈی میڈ گارمنٹس اور گفٹ وغیرہ کی دوکانیں تھیں۔ ڈاکٹر ارشاد صاحب نے فرمایا کہ یہاں سے کچھ نہ خریدیں دام بہت زیادہ ہیں جو خریداری کرنی ہے ڈھاکہ سے کیجئے گا۔ بمشکل بیس منٹ قیام کے بعد بس ڈھاکہ کے لئے چل پڑی۔

﴿جاری ہے......﴾

دور و نزدیک سے

ترتیب و پیشکش: محمد عمار ضیاء خاں قادری

سعدیہ راشد، صدر ہمدرد فاؤنڈیشن، پاکستان:

آپ کے ادارے کی طرف سے بھیجا گیا کتابوں کا پیکٹ مجھے مل گیا ہے۔ درج ذیل کتابیں موصول ہوئیں:

۱۔ امام احمد رضا محدث بریلوی اور علمائے مکہ

۲۔ مولانا احمد رضا خاں کی عربی زبان وادب میں خدمات

۳۔ Ma'arif-e-Raza, Vol XXVI-2006

۴۔ ملک العلماء ۵۔ حضرت رضا بریلوی بحیثیت شاعرِ نعت

۶۔ Embryology ۷۔ حیاۃ الامام احمد رضا

۸۔ مجلہ، معارف رضا۔ العدد الرابع

درحقیقت حضرت مولانا احمد رضا خاں بریلوی کی دینی، علمی اور ادبی خدمات کسی تحسین کے محتاج نہیں۔ برصغیر پاک و ہند کے علاوہ دیگر ممالک میں بھی ان کے افکار واثرات محسوس کئے جاتے ہیں اور ان کے عقیدت مندوں کا حلقہ چہار اطراف پھیلا ہوا ہے۔ آپ کا ادارہ ایسے مدبر عالمِ دین کے کارناموں کو عوام الناس تک پہنچانے کی خدمت انجام دے رہا ہے جو قابلِ قدر ہے۔

بہت ممنون ہوں کہ آپ نے مجھے اس علمی و تحقیقی سرمائے سے استفادے کا موقع دیا اور مفید کتب مرحمت فرمائیں۔ سب کتابیں بہت عمدہ، جاذبِ نظر اور جدید دور کی تکنیکی دل کشی کی حامل ہیں۔

بہت شکریے کے ساتھ بہ احترام فراواں

غلام مصطفیٰ قادری رضوی، باسنی ناگور، راجستھان، انڈیا:

الحمدللہ طالب الخیر مع الخیر۔ سب سے پہلے افکار و نظریاتِ رضا کی ترویج واشاعت کا اہم ذریعہ یعنی امام احمد رضا کانفرنس کی کامیابی پر میں ہدیۂ تبریک و تحسین پیش کرتا ہوں۔ الحمدللہ خلوص کا نتیجہ ہمارے سامنے ہے جن مقاصدِ حسنہ کو لے کر آپ میدانِ عمل میں آئے تھے، وہ اب پایۂ تکمیل کو پہونچ رہے ہیں عالمی سطح پر علماء فضلاء اور محققین و دانشور حضرات فکرِ امام احمد رضا سے آشنا بھی ہو رہے ہیں اور ان کی زرین خدمات سے کافی متاثر بھی۔

اشاعتی کارناموں میں ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا کراچی اب محتاجِ تعارف نہیں رہا۔ امام موصوف کی تصانیف اور خود ان کے کارناموں پر لکھی گئی کتب نے پہنچائی ہیں وہ مثالی کارنامہ ہے۔ ربِ قدیر آپ حضرات کے مخلصانہ کارناموں کو شرفِ قبولیت عطا فرمائے اور مزید ایسے علمی اور اصلاحی کارنامے آپ حضرات کو سرانجام دینے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین بجاہِ سید المرسلین صلی اللہ علیہ والہٖ وصحبہٖ وسلم۔

صابر سنبھلی، سنبھل، ضلع مرادآباد، (یوپی) انڈیا:

کل کی ڈاک میں آپ کا ۲۴ رمئی ۲۰۰۶ء کو بحری ڈاک سے بھجوایا ہوا کتابوں کا رجسٹرڈ پارسل موصول ہوا۔ ممنون ہوں۔ مولائے تعالیٰ آپ کی دینی خدمات کو قبول فرمائے اور جزائے خیر عطا فرمائے۔

ایک ساتھ اتنی زیادہ اور اہم کتابوں کو دیکھ کر پریشانی میں پڑ گیا کہ پہلے کون سی پڑھوں؟ سوچ سمجھ کر پہلے سالنامہ معارفِ رضا ۲۰۰۶ء کو پڑھنا شروع کیا ہے۔ایک مضمون ''پروفیسر اسلم کے سفرنامۂ ہند سے متعلق چند معروضات'' مصنفہ جناب خلیل احمد رانا پڑھا ہے۔ محترم رانا صاحب نے جس تحمل اور تحقیقی سنجیدگی سے یہ مضمون لکھا ہے اور لہجے میں جتنا دھیماپن ہے وہ قابلِ داد ہے۔ رانا صاحب کے اور مضامین بھی فقیر نے پڑھے ہیں مگر یہ وقار کہیں نظر نہیں آیا۔ ملاقات ہو تو میری طرف سے مبارکباد پہنچا دیجئے گا۔ لطف کی بات یہ ہے کہ کوئی گوشہ تشنہ نہیں چھوڑا۔

بدمذہبوں کی کہیں کوئی کمی نہیں ہے مگر یہاں کے بدمذہب ایسا جھوٹ نہیں لکھتے جو بہ آسانی غلط ثابت ہوجائے۔ پاکستان کے بدمذہب یہ سمجھتے ہیں کہ ان کی تکذیب ہو ہی نہیں سکے گا۔ اس نام نہاد پروفیسر کو امام احمد رضا کے مزار کے گرد مطاف بھی نظر آیا۔ العیاذ باللہ تعالیٰ۔ تاریخ کا کوئی پروفیسر جب ایسا سفید جھوٹ لکھے تو اس کے تاریخی حوالوں کا کیا اعتبار ہوسکتا ہے؟

حضرت مسعودِ ملت، پروفیسر مجید اللہ قادری، حاجی عبداللطیف قادری صاحب حضرات کو فقیر کا سلام پہنچا دیں۔ یاں یہ بھی لکھ دوں کہ آپ کے بھیجے ہوئے ماہنامہ معارفِ رضا کے رسالے مل گئے تھے۔ فائلیں مکمل ہوگئی ہیں، مجلد کروالی ہیں، ممنون ہوں۔ مولائے تعالیٰ جزائے خیر عطا فرمائے۔ آمین۔

سالِ رواں کے معارف کے شاید دو ہی شمارے موصول ہوئے ہیں۔ مکمل کیفیت اختتامِ سال پر عرض کروں گا۔ امید ہے مزاجِ گرامی بہ عافیت ہوں گے۔

محمد عطاء الرحمٰن قادری رضوی:

میں آپ کو، ڈاکٹر مجید اللہ قادری اور تمام اراکین ادارہ کو امام احمد رضا انٹرنیشنل کانفرنس ۲۰۰۶ء کی کامیابی پر ہدیۂ تبریک پیش کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے کانفرنس ہر حوالے سے کامیاب رہی بلکہ گزشتہ کانفرنسوں سے بھی بہتر محسوس ہوئی۔ دعا ہے بہتری کا یہ سفر ہر آنے والے دن بڑھتا ہی چلا جائے۔

کانفرنس کے موقع پر ادارہ کی جانب سے جو کتب شائع ہوئی ہیں وہ بھی بفضلہٖ تعالیٰ کاغذ، طباعت، سرورق کے حوالے سے گذشتہ کتب سے بہتر ہیں۔

اس سال کانفرنس میں ایک روحانی کیفیت شاید اس لیے بھی چھائی رہی کہ یہ عین اعلیٰ حضرت کے عرس مبارک کے موقعہ پر انعقاد پذیر تھی۔ میرے ساتھ ساتھ مولانا پروفیسر اشفاق احمد جلالی نے بھی اس نورانیت وروحانیت کو محسوس کیا۔

مولانا شکیل احمد مصباحی کو پی۔ ایچ۔ ڈی کی ڈگری ایوارڈ

مولانا شکیل احمد مصباحی، صدر المدرسین جامعہ حنفیہ شہر بستی کے مقالہ ''اردو نثر کے فروغ میں فقہی لٹریچر کا حصہ'' پر پنجاب یونیورسٹی چنڈی گڑھ نے پی۔ ایچ۔ ڈی کی ڈگری تفویض کی ہے۔

مولانا موصوف نے یہ مقالہ پروفیسر محمد شکیل خاں کی نگرانی میں لکھ کر ۲۰۰۳ء میں جمع کیا۔ ۷؍ مارچ ۲۰۰۵ء کو پروفیسر حامد صاحب صدر شعبۂ اردو، الٰہ آباد نے وائیوا (Viva) لیا اور ۲۵؍ ستمبر ۲۰۰۵ء کو ڈگری ایوارڈ کردی گئی۔ ہم آں جناب کو مبارکباد پیش کرتے ہیں۔

(بشکریہ ماہنامہ کنز الایمان۔ دھلی، ماہ جون ۲۰۰۶ء)

یارسول اللہ ﷺ
الصلوۃ والسلام علیک یارسول اللہ
یا اللہ
الغوثیہ کنزالایمان لائبریری
تمام موضوعات پر اسلامی کتابیں پڑھنے کیلئے
اور اسلامی کیسٹیں سننے کیلئے مفت دی جاتی ہیں
جامع مسجد مائی عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا عالم آباد ڈھوک حسو راولپنڈی

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ

رضا کی ادویات ۔ بے مثل خصوصیات

رضا کی دیگر مؤثر ادویات میں سے چند ایک، نظر میں

نام دوا	قیمت	فوائد واستعمالات
انرجیک سیرپ ENERGIC Syrup	75/=	اعضائے رئیسہ شریفہ (دل، دماغ، جگر) کی حفاظت کرتا ہے۔ جسم کو خون سے بھرپور کرتا ہے۔ ضائع شدہ توانائی بحال کرتا ہے۔
کف کل سیرپ COUGHKIL Syrup	30/=	خشک اور بلغمی کھانسی، کالی کھانسی، شدید کھانسی، دورے والی کھانسی، دمہ اور امراضِ سینہ میں بے حد مفید ہے۔
لیورجک سیرپ LIVERGIC Syrup	50/=	ضعفِ جگر، یرقان، ورم جگر، ہیپاٹائٹس، جگر کا بڑھ جانا، جگر کا سکڑ جانا، ورم پتہ، مثانہ کی گرمی، سینہ اور ہاتھ پاؤں کی جلن میں مفید ہے۔
پیوریفک سیرپ PURIFIC Syrup	45/=	چہرے کے داغ دھبے، کیل مہاسے، گرمی دانے، پھوڑے پھنسیاں، خارش، الرجی، داد، چنبل بواسیر بادی وخونی میں مفید ہے۔ اعلیٰ مصفّیِ خون ہے۔
گائنوجیک سیرپ GYNOGIC Syrup	110/=	ایام کی بے قاعدگی، رحم کی کمزوری، ورم رحم، عادتی اسقاط حمل، اٹھرا، کمر درد اور جملہ امراضِ نسوانی میں اکسیر ہے۔
لیکورک کیپسولز LIKORIC Capsuls	90/=	سیلان الرحم (لیکوریا)، حاد و مزمن کی مؤثر دوا ہے۔ اندام نہانی کے ورم اور سوزش کو دور کرتے ہیں کیلشیم کی کمی، رحم اور متعلقات رحم کو تقویت دیتے ہیں۔
عرق جگر ARQ-E-JIGAR	60/=	جگر کی جملہ امراض، ورم جگر، جاندھر، ہیپاٹائٹس کی جملہ اقسام میں مناسب بدرقات کے ساتھ حیرت انگیز نتائج کا حامل ہے۔
شربت بادام SHARBAT-E-BADAM	110/=	دماغ کو طاقت دیتا، حرارت کو تسکین دیتا ہے، سینہ وطبیعت کو نرم کرتا ہے۔
دافعِ جریان کورس DAF-E-JIRYAN Course	300/=	کثرت احتلام، جریان، سرعت انزال، ذکاوتِ حس اکسیر ہے۔
روزک سیرپ ROSIC Syrup	150/=	فطری قوتِ مدبرہ بدن کو بیدار کرتا ہے۔ ہاضمے کے عمل کو بہتر بناتا ہے۔ جگر اور اعصاب کو طاقت دیتا ہے۔ خواتین کے لئے بہترین ٹانک ہے۔ زچہ و بچہ میں خون کی کمی کو دور کرتا ہے۔
کڈٹانک سیرپ KIDTONIC Syrup	27/=	بچوں کو قبض، اپھارہ، نفخ، پیچش، قے دست، کھانسی، نزلہ، زکام، بخار اور گلے کی بیماریوں سے محفوظ رکھتا ہے۔ جسم کو طاقت دیتا اور غذائی کمی، خون کی کمی اور کیلشیم کی کمی کو پورا کرتا ہے۔
کشش (بریسٹ کریم) KASHISH Breast Cream	150/=	اکثر خواتین ایک ہی بچہ پیدا ہونے کے بعد نسوانی خوبصورتی کھو دیتی ہیں۔ کشش (بریسٹ کریم) بریسٹ کو سڈول، خوبصورت اور پرکشش بناتی ہے۔

ریٹائرڈ پرسن، انویسٹر، ہول سیلرز، میڈیکل/سیلز ریپ، فری لانسرز، ڈسٹری بیوٹرز و مارکیٹرز متوجہ ہوں۔ اپنے شہر، قصبے اور گاؤں میں رضا لیبارٹریز کی مایہ ناز ہربل ادویہ کی فرنچائز مارکیٹنگ کے لئے رابطہ فرمائیں۔ پرکشش پیکج سیمپل، لٹریچر، اسٹیشنری اور پبلسٹی بذمہ کمپنی۔

ZAIGHAM ENTERPRISES

Distributer & Promoter of Medicine & General Items

مطب رضا 05 ... شیخوپورہ 39350 فون 056 3091247 موبائل 0345 6331621 ‖ مطب رضا ... کراچی فون 021-6213419 موبائل 0333 2158710

Sole Distributor of Raza Laboratories

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الصلوٰۃ والسلام علیک یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

تبلیغ قرآن وسنت کی عالمگیر غیر سیاسی تحریک ''دعوتِ اسلامی'' کے علمی وتحقیقی ادارے
''**المدینة العلمیة**'' کی مایہ ناز پیشکش

اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت، مجدد دین وملت، پروانۂ شمع رسالت **الشاہ الامام احمد رضا خان** علیہ رحمۃ الرحمن
کی مشہور ومعروف عربی تصنیفِ لطیف

جدّ الممتار علی ردّ المحتار

(المجلد الاول)

خوبصورت انداز میں جدید عربی رسم الخط اور نئی ترتیب کے ساتھ ''**مکتبة المدینه**'' باب المدینہ کراچی کے تعاون سے منظر عام پر آچکی ہے۔

اس عظیم پیشکش کی چند خصوصیات:

(۱) آیاتِ قرانیہ کو خوبصورت اور دلکش خط ''خطِ عثمانی'' میں پیش کرنے کا اہتمام......
(۲) تراجم اعلام وکتب کا التزام......
(۳) ردالمحتار کی عبارات میں بقدر ضرورت مالحق وما سبق عبارات کا اضافہ......
(۴) ردالمحتار کی عبارات کی اس انداز میں تخریج کہ قاری کسی بھی نسخہ کی مدد سے کلامِ علامہ شامی علیہ رحمۃ اللہ القوی نکال سکے......
(۵) اعلیٰ حضرت علیہ رحمۃ الرحمن کے بیان کردہ دلائل کی اصل ماخذ ومراجع سے تخریج......
(۶) امام اہلسنت علیہ رحمۃ الرحمن کے بیان کردہ اشارات کی وضاحت بصورت تخریج......
(۷) اعلیٰ حضرت علیہ رحمۃ الرحمن نے ردالمحتار یا درمختار کی جس عبارت پر بھی کلام فرمایا انہیں ترتیب وار مقولہ میں پیش کیا گیا ہے......
(۸) اعلیٰ حضرت علیہ رحمۃ الرحمن کے فتاویٰ جات کے مشہور مجموعے ''فتاویٰ رضویہ'' سے ''ردالمحتار'' کی ایسی عبارات کا انتخاب جن کے بارے میں آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے کچھ تحریر فرمایا......
(۹) آیاتِ قرانیہ احادیث، مطالب، تراجم اعلام وکتب ہر ایک کی علیحدہ علیحدہ حروفِ تہجی کے اعتبار سے فہارس پیش کی گئی ہیں۔

بقیہ جلدوں کے لیے ہمارا لائحہ عمل یہ ہے ان شاء اللہ عزوجل :

جلد ۲، کتاب الصلاۃ،	شوال المکرم ۱۴۲۷ھ۔	جلد ٤، کتاب الایمان سے کتاب البیوع تک،	شوال المکرم ۱۴۲۸ھ۔
جلد ۳، کتاب الزکاۃ سے کتاب الطلاق تک،	ربیع الاول ۱۴۲۸ھ۔	جلد ٥، کتاب الاجارہ سے کتاب الفرائض تک۔	ربیع الاول ۱۴۲۹ھ۔

ایڈریس: ''**المدینة العلمیة**'' عالمی مدنی مرکز فیضان مدینہ محلہ سوداگراں پرانی سبزی منڈی باب المدینہ کراچی۔ فون: ۹۱-۹۰-۴۹۲۱۳۸۹

یہ کتاب مکتبۃ المدینہ اور معروف مکاتبِ اہل سنت پر دستیاب ہے۔